اسلام میں اختلافات کا آغاز

(فرمودہ ۲۶ فروری ۱۹۱۹ء)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اسلامی تاریخ سے واقفیت کی ضرورت

(تقریر حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی جو آپ نے ۲۶ فروری ۱۹۱۹ء کو مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی اسلامیہ کالج لاہور کے ایک اجلاس میں فرمائی)

کچھ عرصہ ہؤا میں نے یہ بات نہایت خوشی کے ساتھ سنی تھی کہ اسلامیہ کالج لاہور میں ایک ایسی سوسائٹی قائم ہوئی ہے جس میں تاریخی امور سے واقف کار اپنی اپنی تحقیقات بیان کیا کریں گے۔ مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی کیونکہ اقوام کی ترقی میں تاریخ سے آگاہ ہونا ایک بہت بڑا محرک ہوتا ہے اور کوئی ایسی قوم جو اپنی گذشتہ تاریخی روایات سے واقف نہ ہو کبھی ترقی کی طرف قدم نہیں مار سکتی۔ اپنے آباء واجداد کے حالات کی واقفیت بہت سے اعلیٰ مقاصد کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ پس جب اس سوسائٹی کے قائم ہونے کا مجھے علم ہؤا تو اس خیال سے کہ اس میں جہاں اور تاریخی مضامین پر لیکچر ہوں گے وہاں اسلامی تاریخ پر ایسے لیکچر ہؤا کریں گے جن سے کالجوں کے طالب علم اندازہ کر سکیں گے کہ ان کے آباء واجداد کے ذمہ کیسے کیسے مشکل کام پڑتے رہے ہیں اور وہ کس خوش اسلوبی اور کیسے استقلال کے ساتھ ان کو کرتے رہے ہیں۔ اور ان کو معلوم ہو گا کہ ہم کیسے آباء کی اولاد ہیں اور ان کی ذریت اور قائمقام ہونے کی حیثیت سے ہم پر کیا فرائض عائد ہیں۔ اور ان کو اپنے آباء کے شاندار اعمال اور ان کی اعلیٰ شان کو دیکھ کر انہی جیسا بننے کا خیال پیدا ہو گا۔ پس مجھے اس سوسائٹی کے قائم ہونے پر بہت خوشی ہوئی اور اب جب کہ مجھ سے اس سوسائٹی میں اسلامی تاریخ کے کسی حصہ پر لیکچر دینے کے لئے کہا گیا تو میں نے نہایت خوشی سے اپنی روانگی ملتوی کر کے اس موقع پر آپ لوگوں کے سامنے بعض تاریخی مضامین پر اپنی تحقیقات کا بیان کرنا منظور کر لیا۔

مضمون کی اہمیت

مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں بعض اسلامی تاریخی مسائل پر کچھ بیان کروں اور گو اسلامی تاریخ میں سب سے اہم وہ زمانہ ہے جس میں رسول کریم ﷺ نے خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت دنیا میں اسلام کا اعلان کیا اور تیئس[۲۳] سالہ محنت شاقہ سے لاکھوں آدمیوں کے دلوں میں اس کا نقش ثبت کیا اور ہزاروں آدمیوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس کا فکر، قول اور فعل اسلام ہی ہو گیا۔ مگر چونکہ اسلام میں تفرقہ کی بنیاد رسول کریم ﷺ کی وفات کے پندرہ سال بعد پڑی ہے۔ اور اس وقت کے بعد مسلمانوں میں شقاق کا شگاف وسیع ہی ہوتا چلا گیا ہے اور اسی زمانہ کی تاریخ نہایت تاریک پردوں میں چھپی ہوئی ہے اور اسلام کے دشمنوں کے نزدیک اسلام پر ایک بدنما دھبہ ہے اور اس کے دوستوں کے لئے بھی ایک سر چکرا دینے والا سوال ہے اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس زمانہ کی تاریخ کی دلدل سے صحیح و سلامت پار نکلنا چاہا ہو اور وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہو سکے ہوں۔ اس لئے میں نے یہی پسند کیا کہ آج آپ لوگوں کے سامنے اسی کے متعلق کچھ بیان کروں۔

اسلام کا شاندار ماضی

آپ لوگ جانتے ہوں گے کہ جو کام اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہوا ہے (یعنی جماعت احمدیہ کی تربیت اور اس کی ضروریات کا انصرام اور اس کی ترقی کی فکر) وہ اپنی نوعیت میں بہت سی شقوں پر حاوی ہے۔ پس اس کے انصرام کے لئے ان خاص تاریخی مضامین کا جو زمانہ خلافت سے متعلق ہیں علم رکھنا میرے لئے ایک نہایت ضروری امر ہے اور اس لئے باوجود کم فرصتی کے مجھے اس زمانہ کی تاریخ کو زیر مطالعہ رکھنا پڑتا ہے۔ اور گو ہمارا اصل کام مذہب کی تحقیق و تدقیق ہے مگر اس مطالعہ کے باعث ابتدائے اسلام کی تاریخ کے بعض ایسے پوشیدہ امر مجھ پر خدا تعالیٰ کے فضل سے ظاہر ہوئے ہیں جن سے اس زمانہ کے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ اور اس ناواقفیت کے باعث بعض مسلمان تو اپنے مذہب سے بیزار ہو رہے ہیں اور ان کو اپنا ماضی ایسا بھیانک نظر آرہا ہے کہ اس کی موجودگی میں وہ کسی شاندار مستقبل کی امید نہیں رکھ سکتے۔ مگر ان کی یہ مایوسی غلط اور ان کے ایسے خیالات نادرست ہیں اور صرف اس امر کا نتیجہ ہیں کہ ان کو صحیح اسلامی تاریخ کا علم نہیں ورنہ اسلام کا ماضی ایسا شاندار اور بے عیب ہے اور رسول کریم ﷺ کے صحبت یافتہ سب کے سب ایسے اعلیٰ درجہ کے با اخلاق لوگ ہیں کہ ان کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی خواہ وہ کسی نبی کے صحبت یافتہ کیوں نہ ہوں۔ اور صرف رسول کریم ﷺ کے صحبت یافتہ لوگ ہی

ہیں جن کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے استاد اور آقا کے نقش قدم پر چل کر ایسی روحانیت پیدا کرلی تھی کہ سیاسیات کی خطرناک الجھن میں پڑ کر بھی انہوں نے تقویٰ اور دیانت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا- اور سلطنت کے بار کے نیچے بھی ان کی کمر ایسی ہی ایستادہ رہی جیسی کہ اس وقت جب "قوت لایموت" کے وہ محتاج تھے اور ان کا فرش مسجد نبوی کی بے فرش زمین تھی اور ان کا تکیہ ان کا اپنا ہاتھ' ان کا شغل رسول کریم ﷺ کا کلام مبارک سننا تھا اور ان کی تفریح خدائے واحد کی عبادت تھی-

اسلام کے اولین فدائی حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما

غالباً آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ میرا ارادہ اس وقت حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق کچھ بیان کرنے کا ہے- یہ دونوں بزرگ اسلام کے اولین فدائیوں میں سے ہیں- اور ان کے ساتھی بھی اسلام کے بہترین ثمرات میں سے ہیں- ان کی دیانت اور ان کے تقویٰ پر الزام کا آنا درحقیقت اسلام کی طرف عار کا منسوب ہونا ہے- اور جو مسلمان بھی سچے دل سے اس حقیقت پر غور کرے گا اس کو اس نتیجہ پر پہنچنا پڑے گا کہ ان لوگوں کا وجود درحقیقت تمام قسم کی دھڑا بندیوں سے ارفع اور بالا ہے- اور یہ بات بے دلیل نہیں بلکہ تاریخ کے اوراق اس شخص کے لئے جو آنکھ کھول کر ان پر نظر ڈالتا ہے اس امر پر شاہد ہیں-

غیر مسلم مؤرخین کی غلط بیانیاں

جہاں تک میری تحقیق ہے ان بزرگوں اور ان کے دوستوں کے متعلق جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ اسلام کے دشمنوں کی کارروائی ہے اور گو صحابہؓ کے بعد بعض مسلمان کہلانے والوں نے بھی اپنی نفسانیت کے ماتحت ان بزرگوں میں سے ایک یا دوسرے پر اتہام لگائے ہیں لیکن باوجود اس کے صداقت ہمیشہ بلند و بالا رہی ہے اور حقیقت کبھی پردہ خفاء کے نیچے نہیں چھپی- ہاں اس زمانہ میں جب کہ مسلمان اپنی تاریخ سے ناواقف ہو گئے اور خود اپنے مذہب پر ان کو آگاہی نہیں رہی اسلام کے دشمنوں نے یا تو بعض دشمنوں کی روایات کو تاریخ اسلام سے چُن کر یا صحیح واقعات سے غلط نتائج اخذ کرکے ایسی تاریخیں بنا دیں کہ جن سے صحابہؓ اور ان کے ذریعہ سے اسلام پر حرف آوے- چونکہ اس وقت مسلمانوں کی عینک جس سے وہ ہر ایک چیز کو دیکھتے ہیں یہی غیر مسلم مؤرخ ہو رہے ہیں اس لئے جو کچھ انہوں نے بتایا انہوں نے قبول کر لیا- جن لوگوں کو

خود عربی تاریخیں پڑھنے کا موقع ملا بھی انہوں نے بھی یورپ کی ہائر کریٹیسزم (HIGHER CRITICISM) (اعلیٰ طریق تنقید) سے ڈر کر ان بے سروپا اور جعلی روایات کو جن پر یورپین مصنفوں نے اپنی تحقیق کی بناء رکھی تھی صحیح اور مقدم سمجھا اور دوسری روایات کو غلط قرار دیا۔ اور اس طرح یہ زمانہ ان لوگوں سے تقریباً خالی ہو گیا جنہوں نے واقعات کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے کی کوشش کی۔

اسلام میں فتنوں کے اصلی موجب صحابہؓ نہ تھے

اس بات کو خوب یاد رکھو کہ یہ خیال کہ اسلام میں فتنوں کے موجب بعض بڑے بڑے صحابہؓ ہی تھے بالکل غلط ہے۔ ان لوگوں کے حالات پر مجموعی نظر ڈالتے ہوئے یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اپنے ذاتی اغراض یا مفاد کی خاطر انہوں نے اسلام کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔ جن لوگوں نے صحابہؓ کی جماعت میں مسلمانوں میں اختلاف و شقاق نمودار ہونے کی وجوہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ فتنہ کی وجوہ اور جگہ پیدا ہوئی ہیں اور وہیں ان کی تلاش کرنے پر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ جو غلط روایات کہ اس زمانہ کے متعلق مشہور کی گئی ہیں اگر ان کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو ایک صحابیؓ بھی نہیں بچتا جو اس فتنہ میں حصہ لینے سے محفوظ رہا ہو اور ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو تقویٰ اور دیانت پر مضبوطی سے قائم رہا ہو اور یہ اسلام کی صداقت پر ایک ایسا حملہ ہے کہ بیخ و بنیاد اس سے اکھڑ جاتی ہے۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اور ان روایات کے بموجب اسلام کے درخت کے پھل ایسے کڑوے ثابت ہوتے ہیں کہ کچھ خرچ کرنا تو الگ رہا مفت بھی اس کے لینے کے لئے کوئی تیار نہ ہو گا۔ مگر کیا کوئی شخص جس نے رسول کریم ﷺ کی قوت قدسیہ کا ذرا بھی مطالعہ کیا ہو اس امر کے تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ خیال کرنا بھی بعید از عقل ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی صحبت پائی آپ کے جلیل القدر اور جاں نثار صحابہؓ تھے اور آپ سے نہایت قریبی رشتے اور تعلق رکھتے تھے وہ بھی اور ان کے علاوہ تمام دیگر صحابہؓ بھی بلا استثناء چند ہی سال میں ایسے بگڑ گئے کہ صرف ذاتی اغراض کے لئے نہ کہ کسی مذہبی اختلاف کی بناء پر ایسے اختلافات میں پڑ گئے کہ اس کے صدمہ سے اسلام کی جڑ ہل گئی۔ مگر افسوس ہے کہ گو مسلمان لفظاً تو نہیں کہتے کہ صحابہؓ نے اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے لئے فتنے کھڑے کئے۔

لیکن انہوں نے ایسے لوگوں کی روایتوں کو سچا سمجھ کر جنہوں نے اسلام اچھی طرح قبول نہیں کیا تھا اور صرف زبانی اقرار اسلام کیا تھا اور پھر ایسے لوگوں کی تحقیقات پر اعتبار کر کے جو اسلام کے سخت دشمن اور اس کے مٹانے کے درپے ہیں ایسی باتوں کو تسلیم کر رکھا ہے جن کے تسلیم کرنے سے لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابہؓ کی جماعت نعوذباللہ تقویٰ اور دیانت سے بالکل خالی تھی۔[1]

میں اپنے بیان میں اس امر کا لحاظ رکھوں گا کہ تاریخیں وغیرہ نہ آویں تاکہ سمجھنے میں دقّت نہ ہو اور مضمون پیچ دار نہ ہو جائے۔ کیونکہ میرے اس لیکچر کی اصل غرض ابتدائے اسلام کے بعض اہم واقعات سے کالجوں کے طلباء کو واقف کرنا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہی عربی عبارات کے بیان کرنے سے بھی حتی الوسع اجتناب کروں گا اور واقعات کو حکایت کے طور پر بیان کروں گا۔

اختلافات کا ظہور خلیفہ ثالث کے زمانہ میں کیوں ہوا؟

یہ بات تمام تعلیم یافتہ مسلمانوں پر روشن ہو گی کہ مسلمانوں میں اختلاف کے آثار نمایاں طور پر خلیفہ ثالث کے عہد میں ظاہر ہوئے تھے۔ ان سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں اختلاف نے کبھی سنجیدہ صورت اختیار نہیں کی۔ اور مسلمانوں کا کلمہ ایسا متحد تھا کہ دوست و دشمن سب اس کے افتراق کو ایک غیر ممکن امر خیال کرتے تھے اور اسی وجہ سے عموماً لوگ اس اختلاف کو خلیفہ ثالث کی کمزوری کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ جیسا میں آگے چل کر بتاؤں گا واقعہ یوں نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالات

حضرت عمرؓ کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظر مسند خلافت پر بیٹھنے کے لئے حضرت عثمانؓ پر پڑی۔ اور آپ اکابر صحابہؓ کے مشورہ سے اس کام کے لئے منتخب کئے گئے۔ آپ رسول کریم ﷺ کے داماد تھے اور یکے بعد دیگرے آنحضرت ﷺ کی دو بیٹیاں آپ سے بیاہی گئیں۔ اور جب دوسری لڑکی آنحضرت ﷺ کی فوت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں اسے بھی حضرت عثمانؓ سے بیاہ دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نظر میں آپ کو خاص قدر و منزلت حاصل تھی۔ آپ اہل مکہ کی نظر میں نہایت ممتاز حیثیت رکھتے اور اس وقت ملک عرب کے حالات کے مطابق مالدار

آدمی تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام اختیار کرنے کے بعد جن خاص خاص لوگوں کو تبلیغ اسلام کے لئے منتخب کیا ان میں ایک حضرت عثمانؓ بھی تھے۔ اور آپ پر حضرت ابو بکرؓ کا گمان غلط نہیں گیا بلکہ تھوڑے دنوں کی تبلیغ سے ہی آپ نے اسلام قبول کرلیا۔ اور اس طرح اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں یعنی اسلام میں داخل ہونے والے اس پیشرو گروہ میں شامل ہوئے جن کی قرآن کریم نہایت قابل رشک الفاظ میں تعریف فرماتا ہے۔ عرب میں انہیں جس قدر عزت اور توقیر حاصل تھی اس کا کسی قدر پتہ اس واقعہ سے لگ سکتا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ ایک رؤیا کی بناء پر مکہ تشریف لائے اور اہل مکہ نے بغض و کینہ سے اندھے ہو کر آپ کو عمرہ کرنے کی اجازت نہ دی تو آنحضرت ﷺ نے تجویز فرمایا کہ کسی خاص معتبر شخص کو اہل مکہ کے پاس اس امر پر گفتگو کرنے کے لئے بھیجا جاوے اور حضرت عمرؓ کو اس کے لئے انتخاب کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ میں تو جانے کو تیار ہوں مگر مکہ میں اگر کوئی شخص ان سے گفتگو کر سکتا ہے تو وہ حضرت عثمانؓ ہے کیونکہ وہ ان لوگوں کی نظر میں خاص عزت رکھتا ہے۔ پس اگر کوئی دوسرا شخص گیا تو اس پر کامیابی کی اتنی امید نہیں ہو سکتی جتنی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ہے۔ اور آپ کی اس بات کو حضرت رسول کریم ﷺ نے بھی درست تصور کیا اور انہیں کو اس کام کے لئے بھیجا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کفار میں بھی خاص عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کا مرتبہ رسول کریم ﷺ کی نظر میں

رسول کریم ﷺ آپ کا بہت احترام فرماتے تھے

ایک دفعہ آپ لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ اسی طرح لیٹے رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تب بھی آپ اسی طرح لیٹے رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ تشریف لائے تو آپ نے جھٹ اپنے کپڑے سمیٹ کر درست کرلئے اور فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کی طبیعت میں حیا بہت ہے اس لئے میں اس کے احساسات کا خیال کرکے ایسا کرتا ہوں۔ (مسلم کتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم۔ باب من فضائل عثمان بن عفان) آپ ان شاذ آدمیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام کے قبول کرنے سے پہلے بھی کبھی شراب کو منہ نہیں لگایا اور زنا کے نزدیک نہیں گئے۔ اور یہ ایسی خوبیاں ہیں جو عرب کے ملک میں جہاں شراب کا پینا فخر اور زنا ایک روزمرہ کا شغل سمجھا جاتا تھا اسلام سے پہلے چند گنتی کے آدمیوں

سے زیادہ لوگوں میں نہیں پائی جاتی تھیں۔ غرض آپ کوئی معمولی آدمی نہ تھے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق آپ میں پائے جاتے تھے۔ دنیاوی وجاہت کے لحاظ سے آپ نہایت ممتاز تھے۔ اسلام میں سبقت رکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ آپ پر نہایت خوش تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے آپ کو ان چھ آدمیوں میں سے ایک قرار دیا ہے جو حضرت رسول کریم ﷺ کی وفات کے وقت تک آپ کی اعلیٰ درجہ کی خوشنودی کو حاصل کئے رہے۔ اور پھر آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک فرد ہیں یعنی ان دس آدمیوں میں سے ایک ہیں جن کی نسبت رسول کریم ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی۔ [2] (ترمذی۔ ابواب المناقب۔ مناقب عبدالرحمن بن عوف)

آپ کے مسند خلافت پر متمکن ہونے سے چھ سال تک حکومت میں کسی قسم کا کوئی فتنہ نہیں اٹھا بلکہ لوگ آپ سے بالعموم بہت خوش تھے۔ اس کے بعد یکدم ایک ایسا فتنہ پیدا ہؤا جو بڑھتے بڑھتے اس قدر ترقی کر گیا کہ کسی کے روکے نہ رک سکا۔ اور انجام کار اسلام کے لئے سخت مضر ثابت ہؤا۔ تیرہ ۱۳۰۰ سو برس گزر چکے ہیں مگر اب تک اس کا اثر امت اسلامیہ میں سے زائل نہیں ہؤا۔

فتنہ کہاں سے پیدا ہؤا؟

اب سوال یہ ہے کہ یہ فتنہ کہاں سے پیدا ہؤا؟ اس کا باعث بعض لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قرار دیا ہے اور بعض نے حضرت علیؓ کو۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بعض بدعتیں شروع کر دی تھیں جن سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے خلافت کے لئے خفیہ کوشش شروع کر دی تھی اور حضرت عثمانؓ کے خلاف مخالفت پیدا کر کے انہیں قتل کرا دیا تاکہ خود خلیفہ بن جائیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں غلط ہیں نہ حضرت عثمانؓ نے کوئی بدعت جاری کی اور نہ حضرت علیؓ نے خود خلیفہ بننے کے لئے انہیں قتل کرایا یا ان کے قتل کے منصوبہ میں شریک ہوئے بلکہ اس فتنہ کی اَور ہی وجوہات تھیں۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا دامن اس قسم کے الزامات سے بالکل پاک ہے وہ نہایت مقدس انسان تھے۔ حضرت عثمانؓ تو وہ انسان تھے جن کے متعلق حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے اسلام کی اتنی خدمات کی ہیں کہ وہ اب جو چاہیں کریں خدا ان کو نہیں پوچھے گا۔ (ترمذی۔ ابواب المناقب۔ باب مناقب عثمان بن عفان) اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ خواہ وہ اسلام سے ہی برگشتہ ہو جائیں تو بھی مؤاخذہ نہیں ہو گا۔ بلکہ یہ تھا کہ ان میں اتنی خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں اور وہ نیکی میں اس قدر ترقی کر گئے تھے کہ یہ

ممکن ہی نہ رہا تھا کہ ان کا کوئی فعل اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو۔ پس حضرت عثمانؓ ایسے انسان نہ تھے کہ وہ کوئی خلاف شریعت بات جاری کرتے اور نہ حضرت علیؓ ایسے انسان تھے کہ خلافت کے لئے خفیہ منصوبے کرتے جہاں تک میں نے غور کیا اور مطالعہ کیا ہے اس فتنہ ہائلہ کی چار وجوہ ہیں۔

فتنے کی چار وجوہ

اول: عموماً انسانوں کی طبیعت حصول جاہ و مال کی طرف مائل رہتی ہے سوائے ان لوگوں کے جن کے دلوں کو خدائے تعالیٰ نے خاص طور پر صاف کیا ہو۔ صحابہؓ کی عزت ان کے مرتبہ اور ان کی ترقی اور حکومت کو دیکھ کر نو مسلموں میں سے بعض لوگ جو کامل الایمان نہ تھے حسد کرنے لگے۔ اور جیسا کہ قدیم سے سنت چلی آئی ہے اس بات کی امید کرنے لگے کہ یہ لوگ حکومت کے کاموں سے دست بردار ہو کر سب کام ہمارے ہاتھوں میں دے دیں اور کچھ اور لوگوں کو بھی اپنا جوہر دکھانے کا موقع دیں۔ ان لوگوں کو یہ بھی برا معلوم ہوتا تھا کہ علاوہ اس کے کہ حکومت صحابہؓ کے قبضہ میں تھی اموال میں بھی ان کو خاص طور پر حصہ ملتا تھا۔ پس یہ لوگ اندر ہی اندر جلتے رہتے تھے اور کسی ایسے تغیر کے منتظر تھے جس سے یہ انتظام درہم برہم ہو کر حکومت ان لوگوں کے ہاتھوں میں آجائے۔ اور یہ بھی اپنے جوہر لیاقت دکھاویں اور دنیاوی وجاہت اور اموال حاصل کریں۔ دنیاوی حکومتوں میں ایسے خیالات ایک حد تک قابل معافی ہو سکتے ہیں بلکہ بعض اوقات معقول بھی کہلا سکتے ہیں۔ کیونکہ اول دنیاوی حکومتوں کی بنیاد کلی طور پر ظاہری اسباب پر ہوتی ہے اور ظاہری اسباب ترقی میں سے ایک بہت بڑا سبب نئے خیالات اور نئی روح کا قالب حکومت میں داخل کرنا بھی ہے۔ جو اسی صورت میں ممکن ہے کہ پہلے کام کرنے والے خود بخود کام سے علیحدگی اختیار کرکے دوسرں کے لئے جگہ چھوڑ دیں۔

دوم: حکومت دنیاوی کو چونکہ نیابت عامہ کے طور پر اختیارات ملتے ہیں اس لئے عوام کی رائے کا احترام اس کے لئے ضروری ہے اور لازم ہے کہ وہ لوگ اس کے کاموں کے انصرام میں خاص دخل رکھتے ہوں جو عوام کے خیالات کے ترجمان ہوں۔ مگر دینی سلسلہ میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے وہاں ایک مقررہ قانون کی پابندی سب اصول سے مقدم اصل ہوتا ہے اور اپنے خیالات کا دخل سوائے ایسی فروعات کے جن سے شریعت نے خود خاموشی اختیار کی ہو قطعاً ممنوع ہے۔ دوم دینی سلسلوں کو اختیارات خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتے ہیں اور اس کی

زمامِ انتظام جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے ان کا فرض ہوتا ہے کہ امور دینیہ میں وہ لوگوں کو راستہ سے ادھر ادھر نہ ہونے دیں۔ اور بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کے خیالات کی ترجمانی کریں ان پر واجب ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے خیالات کو اس سانچہ میں ڈھالیں جو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ کی ضروریات کے مطابق تیار ہؤا ہے۔

خلافت اسلامیہ ایک مذہبی انتظام تھا

غرض اسلام کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ اعتراضات ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے تھے۔ وہ نہ سوچتے تھے کہ خلافت اسلامیہ کوئی دنیاوی حکومت نہ تھی نہ صحابہؓ عام امرائے دولت۔ بلکہ خلافت اسلامیہ ایک مذہبی انتظام تھا اور قرآن کریم کے خاص احکام مندرجہ سورۂ نور کے مطابق قائم کیا گیا تھا۔ اور صحابہؓ وہ ارکان دین تھے کہ جن کی اتباع روحانی مدارج کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے فرض کی تھی۔ صحابہؓ نے اپنے کاروبار کو ترک کرکے، ہر قسم کی مسکنت اور غربت کو اختیار کرکے، اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر، اپنے عزیز و اقرباء کی صحبت و محبت کو چھوڑ کر اپنے وطنوں کو خیرباد کہہ کر، اپنے خیالات و جذبات کو قربان کرکے آنحضرت ﷺ کی صحبت و محبت کو اختیار کیا تھا اور بعض نے قریباً ایک چوتھائی صدی آپ کی شاگردی اختیار کرکے اسلام کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔ اور اس پر عمل کرکے اس کا عملی پہلو مضبوط کیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اسلام سے کیا مطلب ہے۔ اس کی کیا غرض ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے۔ اس کی تعلیم پر کس طرح عمل کرنا چاہئے۔ اور اس پر عمل کرکے کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ پس وہ کسی دنیاوی حکومت کے بادشاہ اور اس کے ارکان نہ تھے۔ وہ سب سے آخری دین اور خاتم النبیّٖنؐ کی لائی ہوئی شریعت کے معلم تھے۔ اور ان پر فرض کیا گیا تھا کہ اپنے عمل سے، اپنے قول سے، اپنی حرکات سے، اپنی سکنات سے اسلام کی ترجمانی کریں اور اس کی تعلیم لوگوں کے دلوں میں نقش کریں اور ان کے جوارح پر اس کو جاری کریں۔ وہ استبداد کے حامی نہ تھے بلکہ شریعت غراء کے حامی تھے۔ وہ دنیا سے متنفر تھے۔ اور اگر ان کا بس ہوتا تو دنیا کو ترک کرکے گوشہ ہائے تنہائی میں جا بیٹھتے اور ذکر خدا سے اپنے دلوں کو راحت پہنچاتے۔ مگر وہ اس ذمہ داری سے مجبور تھے جس کا بوجھ خدا اور اس کے رسول ﷺ نے ان کے کندھوں پر رکھا تھا۔ پس وہ جو کچھ کرتے تھے اپنی خواہش سے نہیں کرتے تھے بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اور اس کے رسول کی ہدایات کے مطابق کرتے تھے۔ اور ان پر حسد کرنا یا بدگمانی کرنا

ایک خطرناک غلطی تھی۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ صحابہؓ کو خاص طور پر اموال کیوں دیئے جاتے تھے یہ بھی ایک وسوسہ تھا۔ کیونکہ صحابہؓ کو جو کچھ ملتا تھا ان کے حقوق کے مطابق ملتا تھا۔ وہ دوسرے لوگوں کے حقوق دبا کر نہیں لیتے تھے۔ بلکہ ہر ایک شخص خواہ وہ کل کا مسلمان ہو اپنا حق اسی طرح پاتا تھا جس طرح ایک سابق بالایمان۔ ہاں صحابہؓ کا کام اور ان کی محنت اور قربانی دوسرے لوگوں سے بڑھی ہوئی تھی اور ان کی پرانی خدمات اس پر مستزاد تھیں۔ پس وہ ظلماً نہیں بلکہ انصافاً دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ حق دار تھے۔ اس لئے دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ بدلہ پاتے تھے۔ انہوں نے اپنے حصے خود نہ مقرر کئے تھے بلکہ خدا اور اس کے رسول نے ان کے حصے مقرر کئے تھے۔ اگر ان لوگوں کے ساتھ خاص معاملہ نہ کیا جاتا تو وہ پیشگوئیاں کیونکر پوری ہوتیں۔ جو قرآن کریم اور احادیث رسول کریم ﷺ میں ان لوگوں کی ترقی اور ان کے اقبال اور ان کی رفاہت اور ان کے غناء کی نسبت کی گئی تھیں۔ اگر حضرت عمرؓ کسریٰ کی حکومت کے زوال اور اس کے خزانوں کی فتح پر کسریٰ کے کڑے سراقہؓ بن مالک کو نہ دیتے اور نہ پہناتے تو رسول کریم ﷺ کی وہ بات کیونکر پوری ہوتی کہ میں سراقہؓ کے ہاتھ میں کسریٰ کے کڑے دیکھتا ہوں۔ مگر میں یہ بھی کہوں گا کہ صحابہؓ کو جو کچھ ملتا تھا دوسروں کا حق مار کر نہ ملتا تھا بلکہ ہر ایک شخص جو ذرا بھی حکومت کا کام کرتا تھا اس کو اس کا حق دیا جاتا تھا۔ اور خلفاءؓ اس بارے میں نہایت محتاط تھے۔ صحابہؓ کو صرف ان کا حق دیا جاتا تھا اور وہ ان کے کام اور ان کی سابقہ خدمات کے لحاظ سے بے شک دوسروں سے زیادہ ہوتا تھا۔ اور پھر ان میں سے ایک حصہ موجودہ جنگوں میں بھی حصہ لیتا تھا اور اس خدمت کے صلہ میں بھی وہ ویسے ہی بدلہ کا مستحق ہوتا جیسے کہ اور لوگ۔ مگر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہؓ ان اموال کو جمع کرنے یا ان کو اپنے نفسوں پر خرچ کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ وہ اپنا حصہ صرف خدا اور رسول کے کلام کو سچا کرنے کے لئے لیتے تھے ورنہ ان میں سے ہر ایک اپنی سخاوت اور اپنی عطا میں اپنی نظیر آپ تھا اور ان کے اموال صرف غرباء کی کفالت اور ان کی خبر گیری میں صرف ہوتے تھے۔

صحابہؓ کی نسبت بدگمانی بلاوجہ ہے

غرض صحابہؓ کی نسبت جو بعض لوگوں کو حسد اور بدگمانی پیدا ہو گئی تھی بلاوجہ اور بلا سبب تھی۔ مگر بلاوجہ ہو یا باوجہ اس کا بیج بویا گیا تھا اور دین کی حقیقت سے ناواقف لوگوں میں سے ایک طبقہ

ان کو غاصب کی حیثیت میں دیکھنے لگا تھا اور اس بات کا منتظر تھا کہ کب کوئی موقع ملے اور ان لوگوں کو ایک طرف کرکے ہم حکومت و اموال حکومت پر تصرف کریں۔ دوسری وجہ اس فساد کی یہ تھی کہ اسلام نے حریت فکر اور آزادی عمل اور مساوات افراد کے ایسے سامان پیدا کر دیئے تھے جو اس سے پہلے بڑے سے بڑے فلسفیانہ خیالات کے لوگوں کو بھی میسر نہ تھے۔ اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ کچھ لوگ جو اپنے اندر مخفی طور پر بیماریوں کا مادہ رکھتے ہیں وہ اعلیٰ سے اعلیٰ غذا سے بھی بجائے فائدہ کے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس حریت فکر اور آزادی عمل کے اصول سے کچھ لوگوں نے بجائے فائدہ کے نقصان اٹھایا اور اس کی حدود کو قائم نہ رکھ سکے۔ اس مرض کی ابتداء تو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ہی ہوئی جب کہ ایک ناپاک روح نام کے مسلم نے رسول کریم ﷺ کے منہ پر آپ کی نسبت یہ الفاظ کہے کہ یا رسول اللہ! تقویٰ اللہ سے کام لیں کیونکہ آپ نے تقسیم مال میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ جس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اِنَّهٗ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِیْ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْباً لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔ (بخاری کتاب المغازی باب بعث علی ابن ابی طالب و خالد ابن الولید الی الیمن قبل حجۃ الوداع) یعنی اس شخص کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن کریم بہت پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلے سے نہیں اترے گا۔ اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے نشانہ سے نکل جاتا ہے۔

دوسری دفعہ ان خیالات کی دبی ہوئی آگ نے ایک شعلہ حضرت عمرؓ کے وقت میں مارا جب کہ ایک شخص نے برسرِ مجلس کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ جیسے بے نفس انسان اور امت محمدیہ کے اموال کے محافظ خلیفہ پر اعتراض کیا کہ یہ کرتا آپ نے کہاں سے بنوایا ہے۔ مگر ان دونوں وقتوں میں اس فتنہ نے کوئی خوفناک صورت اختیار نہیں کی کیونکہ اس وقت تک اس کے نشوونما پانے کے لئے کوئی تیار شدہ زمین نہ تھی۔ اور نہ موسم ہی موافق تھا۔ ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت میں یہ دونوں باتیں میسر آگئیں اور یہ پودا جسے میں اختلال کا پودا کہوں گا ایک نہایت مضبوط تنے پر کھڑا ہو گیا اور حضرت علیؓ کے وقت میں تو اس نے ایسی نشوونما پائی کہ قریب تھا کہ تمام اقطارِ عالم میں اس کی شاخیں اپنا سایہ ڈالنے لگیں۔ مگر حضرت علیؓ نے وقت پر اس کی مضرّت کو پہچانا اور ایک کاری ہاتھ کے ساتھ اسے کاٹ کر گرا دیا اور اگر وہ بالکل اسے مٹا نہ سکے تو کم از کم اس کے دائرہ اثر کو انہوں نے بہت محدود کر دیا۔

تیسرا سبب میرے نزدیک یہ ہے کہ اسلام کی نورانی شعاعوں کے اثر سے بہت سے لوگوں نے اپنی زندگیوں میں ایک تغیر عظیم پیدا کر دیا تھا مگر اس اثر سے وہ کمی کسی طرح پوری نہیں ہو سکتی تھی جو ہمیشہ دینی و دنیاوی تعلیم کے حصول کے لئے کسی معلّم کا انسان کو محتاج بناتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کے وقت میں جب فوج در فوج آدمی داخل اسلام ہوئے تب بھی یہی خطرہ دامن گیر تھا۔ مگر آپ سے خدا تعالیٰ کا خاص وعدہ تھا کہ اس ترقی کے زمانہ میں اسلام لانے والے لوگوں کو بد اثر سے بچایا جائے گا۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد گو ایک سخت لہر ارتداد کی پیدا ہوئی مگر فوراً دب گئی اور لوگوں کو حقیقت اسلام معلوم ہو گئی مگر آپ کے بعد ایران و شام اور مصر کی فتوحات کے بعد اسلام اور دیگر مذاہب کے میل و ملاپ سے جو فتوحات روحانی اسلام کو حاصل ہوئیں وہی اس کے انتظام سیاسی کے اختلال کا باعث ہو گئیں۔ کروڑوں کروڑ آدمی اسلام کے اندر داخل ہوئے اور اس کی شاندار تعلیم کو دیکھ کر ایسے فدائی ہوئے کہ اس کے لئے جانیں دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر اس قدر تعداد نو مسلموں کی بڑھ گئی کہ ان کی تعلیم کا کوئی ایسا انتظام نہ ہو سکا جو طمانیت بخش ہوتا۔ جیسا کہ قاعدہ ہے اور انسانی دماغ کے باریک مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی جوش کے ماتحت ان لوگوں کی تربیت اور تعلیم کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ جو کچھ یہ مسلمانوں کو کرتے دیکھتے تھے کرتے تھے اور ہر ایک حکم کو بخوشی بجا لاتے تھے۔ مگر جوں جوں ابتدائی جوش کم ہوتا گیا۔ جن لوگوں کو تربیت روحانی حاصل کرنے کا موقع نہ ملا تھا ان کو احکام اسلام کی بجا آوری بار معلوم ہونے لگی۔ اور نئے جوش کے ٹھنڈا ہوتے ہی پرانی عادات نے پھر زور کرنا شروع کیا۔ غلطیاں ہر ایک انسان سے ہو جاتی ہیں اور سیکھتے سیکھتے انسان سیکھتا ہے۔ اگر ان لوگوں کو کچھ حاصل کرنے کا خیال ہوتا تو کچھ عرصہ تک ٹھوکریں کھاتے ہوئے آخر سیکھ جاتے۔ مگر یا تو رسول کریم ﷺ کے وقت یہ حال تھا کہ ایک شخص سے جب ایک جرم ہو گیا تو باوجود رسول کریم ﷺ کے اشارہ فرمانے کے کہ جب خدا تعالیٰ ستاری کرے تو کوئی خود کیوں اپنی فضیحت کرے اس نے اپنے قصور کا خود اقرار کیا اور سنگسار ہونے سے نہ ڈرا۔ یا اب حدود شریعت کو قائم رکھنے کے لئے اگر چھوٹی سے چھوٹی سزا بھی دی جاتی تو ان لوگوں کو ناپسند ہوتی۔ پس بوجہ اسلام کے دل میں نہ داخل ہونے کے شریعت کو توڑنے سے کچھ لوگ باز نہ رہتے۔ اور جب حدود شریعت کو قائم کیا جاتا تو ناراض ہوتے اور خلیفہ اور اس کے عُمّال پر اعتراض کرتے اور ان کے خلاف اپنے دل میں کینہ رکھتے

اور اس انتظام کو سرے سے ہی اکھاڑ پھینک دینے کے منصوبے کرتے۔

چوتھا سبب میرے نزدیک اس فتنہ کا یہ تھا کہ اسلام کی ترقی ایسے غیر معمولی طور پر ہوئی ہے کہ اس کے دشمن اس کا اندازہ شروع میں کر ہی نہ سکے۔ مکہ والے بھی اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اور رسول کریم ﷺ کے ضعف کے خیال میں ہی بیٹھے تھے کہ مکہ فتح ہو گیا اور اسلام جزیرہ عرب میں پھیل گیا۔ اسلام کی اس بڑھنے والی طاقت کو قیصر روم اور کسریٰ ایران ایسی حقارت آمیز اور تماش بین نگاہوں سے دیکھ رہے تھے جیسے کہ ایک جابر پہلوان ایک گھٹنوں کے بل رینگنے والے بچہ کی کھڑے ہونے کے لئے پہلی کوشش کو دیکھتا ہے۔

سلطنت ایران اور دولت یونان ضربت محمدیؐ کے ایک ہی صدمہ سے پاش پاش ہو گئیں۔ جب تک مسلمان ان جابر حکومتوں کا مقابلہ کر رہے تھے جنہوں نے سینکڑوں ہزاروں سال سے بنی نوع انسان کو غلام بنا رکھا تھا اور اس کی قلیل التعداد بے سامان فوج دشمن کی کثیر التعداد باسامان فوج کے ساتھ برسرپیکار تھی۔ اس وقت تک تو دشمنان اسلام یہ خیال کرتے رہے کہ مسلمانوں کی کامیابیاں عارضی ہیں اور عنقریب یہ لہر نیا رخ پھیرے گی۔ اور یہ آندھی کی طرح اٹھنے والی قوم بگولے کی طرح اڑ جائے گی۔ مگر ان کی حیرت کی کچھ حد نہ رہی جب چند سال کے عرصہ میں مطلع صاف ہو گیا اور دنیا کے چاروں کونوں پر اسلامی پرچم لہرانے لگا یہ ایسی کامیابی تھی جس نے دشمن کی عقل مار دی اور وہ حیرت و استعجاب کے سمندر میں ڈوب گیا۔ اور صحابہؓ اور ان کے صحبت یافتہ لوگ دشمنوں کی نظریں انسانوں سے بالا ہستی نظر آنے لگے۔ اور وہ تمام امیدیں اپنے دل سے نکال بیٹھے۔ مگر جب کچھ عرصہ فتوحات پر گزر گیا اور وہ حیرت و استعجاب جو ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا تھا کم ہؤا اور صحابہؓ کے ساتھ میل جول سے وہ پہلا خوف و خطر جاتا رہا تو پھر اسلام کا مقابلہ کرنے اور مذاہب باطلہ کو قائم کرنے کا خیال پیدا ہؤا۔ اسلام کی پاک تعلیم کا مقابلہ دلائل سے تو وہ نہ کر سکتے تھے۔ حکومتیں مٹ چکی تھیں اور وہ ایک ہی حربہ جو حق کے مقابلہ میں چلایا جاتا تھا یعنی جبر اور تعدّی ٹوٹ چکا تھا۔ اب ایک ہی صورت باقی تھی یعنی دوست بن کر دشمن کا کام کیا جائے اور اتفاق پیدا کر کے اختلاف کی صورت کی جائے۔ پس بعض شقی القلب لوگوں نے جو اسلام کے نور کو دیکھ کر اندھے ہو رہے تھے اسلام کو ظاہر میں قبول کیا اور مسلمان ہو کر اسلام کو تباہ کرنے کی نیت کی۔ چونکہ اسلام کی ترقی خلافت سے وابستہ تھی اور گلہ بان کی موجودگی میں بھیڑیا حملہ نہ کر سکا اس لئے یہ تجویز کی گئی کہ خلافت

کو مٹایا جاوے اور اس سِلکِ اتحاد کو توڑ دیا جاوے جس میں تمام عالم کے مسلمان پروئے ہوئے ہیں تاکہ اتحاد کی برکتوں سے مسلمان محروم ہو جائیں۔ اور نگران کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر مذاہب باطلہ پھر اپنی ترقی کے لئے کوئی راستہ نکال سکیں اور دجل و فریب کے ظاہر ہونے کا کوئی خطرہ نہ رہے۔

یہ وہ چار بواعث ہیں جو میرے نزدیک اس فتنہ عظیم کے برپا کرنے کا موجب ہوئے۔ جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت میں ملت اسلام کی بنیادوں کو ہلا دیا اور بعض وقت اس پر ایسے آئے کہ دشمن اس بات پر اپنے دل میں خوش ہونے لگا کہ یہ قصر عالی شان اب اپنی چھتوں اور دیواروں سمیت زمین کے ساتھ آ لگے گا اور ہمیشہ کے لئے اس دین کا خاتمہ ہو جائے گا جس نے اپنے لئے یہ شاندار مستقبل مقرر کیا ہے کہ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الصف: ۱۰) یعنی وہ خدا ہی ہے کہ جس نے اپنا رسول سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو باوجود اس کے منکروں کی ناپسندیدگی کے تمام ادیان باطلہ پر غالب کرے۔

فتنہ حضرت عثمانؓ کے وقت میں کیوں اٹھا؟

میں نے ان تاریخی واقعات سے جو حضرت عثمانؓ کے آخری ایام خلافت میں ہوئے نتیجہ نکال کر اصل بواعث فتنہ بیان کر دیئے ہیں۔ وہ درست ہیں یا غلط اس کا اندازہ آپ لوگوں کو ان واقعات کے معلوم کرنے پر جن سے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے خود ہو جائے گا۔ مگر پیشتر اس کے کہ میں وہ واقعات بیان کروں اس سوال کے متعلق بھی کچھ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ یہ فتنہ حضرت عثمانؓ کے وقت میں کیوں اٹھا؟ بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے۔ ان نو مسلموں میں اکثر حصہ وہی تھا جو عربی زبان سے ناواقف تھا اور اس وجہ سے دین اسلام کا سیکھنا اس کے لئے ویسا آسان نہ تھا جیسا کہ عربوں کے لئے اور جو لوگ عربی جانتے بھی تھے وہ ایرانیوں اور شامیوں سے میل ملاپ کی وجہ سے صدیوں سے ان گندے خیالات کا شکار رہے تھے جو اس وقت کے تمدن کا لازمی نتیجہ تھے۔ علاوہ ازیں ایرانیوں اور مسیحیوں سے جنگوں کی وجہ سے اکثر صحابہؓ اور ان کے شاگردوں کی تمام طاقتیں دشمن کے حملوں کے رد کرنے میں صرف ہو رہی تھیں۔ اس ایک طرف توجہ کا بیرونی دشمنوں کی طرف مشغول ہونا دوسری طرف اکثر نو مسلموں کا عربی زبان سے ناواقف ہونا یا عجمی

خیالات سے متأثر ہونا دو عظیم الشان سبب تھے اس امر کے کہ اس وقت کے اکثر نو مسلم دین سے کماحقہٗ واقف نہ ہو سکے۔ حضرت عمرؓ کے وقت میں چونکہ جنگوں کا سلسلہ بہت بڑے پیمانے پر جاری تھا اور ہر وقت دشمن کا خطرہ لگا رہتا تھا لوگوں کو دوسری باتوں کے سوچنے کا موقع ہی نہ ملتا تھا۔ اور پھر دشمن کے بالمقابل پڑے ہوئے ہونے کا باعث طبعاً مذہبی جوش بار بار رونما ہوتا تھا۔ جو مذہبی تعلیم کی کمزوری پر پردہ ڈالے رکھتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے ابتدائی عہد میں بھی یہی حال رہا۔ کچھ جنگیں بھی ہوتی رہیں اور کچھ پچھلا اثر لوگوں کے دلوں میں باقی رہا۔ جب کسی قدر امن ہؤا اور پچھلے جوش کا اثر بھی کم ہؤا تب اس مذہبی کمزوری نے اپنا رنگ دکھایا اور دشمنان اسلام نے بھی اس موقع کو غنیمت سمجھا اور شرارت پر آمادہ ہو گئے۔ غرض یہ فتنہ حضرت عثمانؓ کے کسی عمل کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ یہ حالات کسی خلیفہ کے وقت میں بھی پیدا ہو جاتے، فتنہ نمودار ہو جاتا۔ اور حضرت عثمانؓ کا صرف اس قدر قصور ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے جب ان فسادات کے پیدا کرنے میں ان کا اس سے زیادہ دخل نہ تھا جتنا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ فساد ان دونوں بزرگوں کی کسی کمزوری کا نتیجہ تھا۔ میں حیران ہوں کہ کس طرح بعض لوگ ان فسادات کو حضرت عثمانؓ کی کسی کمزوری کا نتیجہ قرار دیتے ہیں حالانکہ حضرت عمرؓ جن کو حضرت عثمانؓ کی خلافت کا خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں اس فساد کے بیج کو معلوم کر لیا تھا۔ اور قریش کو اس سے بڑے زوردار الفاظ میں متنبہ کیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ صحابہؓ کبار کو باہر نہیں جانے دیا کرتے تھے اور جب کوئی آپ سے اجازت لیتا تو آپ فرماتے کہ کیا رسول کریم ﷺ کے ساتھ مل کر جو آپ لوگوں نے جہاد کیا ہے وہ کافی نہیں ہے۔ [۴] آخر ایک دفعہ صحابہؓ نے شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اسلام کو اس طرح چَرایا ہے جس طرح اونٹ چَرایا جاتا ہے پہلے اونٹ پیدا ہوتا ہے پھر پٹھا بنتا ہے۔ پھر دو دانت کا ہوتا ہے۔ پھر چار دانت کا ہوتا ہے۔ پھر چھ دانت کا ہوتا ہے۔ پھر اس کی کچلیاں نکل آتی ہیں۔ اب بتاؤ کہ جس کی کچلیاں نکل آویں اس کے لئے سوائے ضُعف کے اور کس امر کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ سنو! اسلام اب اپنے کمال کی حد کو پہنچ گیا ہے۔ قریش چاہتے ہیں کہ سب مال یہی لے جاویں اور دوسرے لوگ محروم رہ جاویں۔ [۵] سنو! جب تک عمر بن الخطاب زندہ ہے وہ قریش کا گلا پکڑے رکھے گا تاکہ وہ فتنہ کی آگ میں نہ گر جاویں (طبری جلد ۶ صفحہ ۳۰۲۵، ۳۰۲۶ مطبوعہ بیروت)

حضرت عمرؓ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں ہی لوگوں میں صحابہؓ کے خلاف یہ خیالات موجزن دیکھتے تھے کہ ان کو حصہ زیادہ ملتا ہے۔ اس لئے وہ سوائے چند ایسے صحابہؓ کے جن کے بغیر لشکروں کا کام نہیں چل سکتا تھا باقی صحابہؓ کو جہاد کے لئے نکلنے ہی نہیں دیتے تھے تاکہ دوہرے حصے ملنے سے لوگوں کو ابتلاء نہ آوے اور وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ اسلام ترقی کے اعلیٰ نقطہ پر پہنچ گیا ہے اور اب اس کے بعد زوال کا ہی خطرہ ہو سکتا ہے نہ ترقی کی امید۔

اس قدر بیان کر چکنے کے بعد اب میں واقعات کا وہ سلسلہ بیان کرتا ہوں جس سے حضرت عثمانؓ کے وقت میں جو کچھ اختلافات ہوئے ان کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

میں نے بیان کیا تھا کہ حضرت عثمانؓ کی شروع خلافت میں چھ سال تک ہمیں کوئی فساد نظر نہیں آتا۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ عام طور پر آپ سے خوش تھے۔ (طبری جلد نمبر۵ صفحہ ۲۸۴۰ مطبوعہ بیروت) بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں وہ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ لوگوں کو محبوب تھے۔ صرف محبوب ہی نہ تھے بلکہ لوگوں کے دلوں میں آپ کا رعب بھی تھا۔ جیسا کہ اس وقت کا شاعر اس امر کی شعروں میں شہادت دیتا ہے [۵] اور کہتا ہے کہ اے فاسقو! عثمانؓ کی حکومت میں لوگوں کا مال لوٹ کر نہ کھاؤ کیونکہ ابن عفان وہ ہے جس کا تجربہ تم لوگ کر چکے ہو۔ وہ لٹیروں کو قرآن کے احکام کے ماتحت قتل کرتا ہے اور ہمیشہ سے اس قرآن کریم کے احکام کی حفاظت کرنے والا اور لوگوں کے اعضاء و جوارح پر اس کے احکام جاری کرنے والا ہے۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۲۸۴۱ مطبوعہ بیروت) لیکن چھ سال کے بعد ساتویں سال ہمیں ایک تحریک نظر آتی ہے اور وہ تحریک حضرت عثمانؓ کے خلاف نہیں بلکہ یا تو صحابہؓ کے خلاف ہے یا بعض گورنروں کے خلاف۔ چنانچہ طبری بیان کرتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کا حضرت عثمانؓ پورا خیال رکھتے تھے۔ مگر وہ لوگ جن کو اسلام میں سبقت اور قدامت حاصل نہ تھی وہ سابقین اور قدیم مسلمانوں کے برابر نہ تو مجالس میں عزت پاتے اور نہ حکومت میں ان کو ان کے برابر حصہ ملتا اور نہ مال میں ان کے برابر ان کا حق ہوتا تھا۔ اس پر کچھ مدت کے بعد بعض لوگ اس تفضیل پر گرفت کرنے لگے اور اسے ظلم قرار دینے لگے۔ مگر یہ لوگ عامۃ المسلمین سے ڈرتے بھی تھے اور اس خوف سے کہ لوگ ان کی مخالفت کریں گے اپنے خیالات کو ظاہر نہ کرتے تھے۔ بلکہ انہوں نے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا۔ کہ خفیہ خفیہ صحابہؓ کے خلاف لوگوں میں جوش پھیلاتے

تھے اور جب کوئی ناواقف مسلمان یا کوئی بدوی غلام آزاد شدہ مل جاتا تو اس کے سامنے اپنی شکایات کا دفتر کھول بیٹھتے تھے اور اپنی ناواقفیت کی وجہ سے یا خود اپنے لئے حصول جاہ کی غرض سے کچھ لوگ ان کے ساتھ مل جاتے۔ ہوتے ہوتے یہ گروہ تعداد میں زیادہ ہونے لگا اور اس کی ایک بڑی تعداد ہو گئی۔ (مفہوماً طبری جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۸۴۹، ۲۸۵۰ مطبوعہ بیروت)

جب کوئی فتنہ پیدا ہونا ہوتا ہے تو اس کے اسباب بھی غیر معمولی طور پر جمع ہونے لگتے ہیں۔ ادھر تو بعض حاسد طبائع میں صحابہؓ کے خلاف جوش پیدا ہونا شروع ہؤا۔ ادھر وہ اسلامی جوش جو ابتداءً ہر ایک مذہب تبدیل کرنے والے کے دل میں ہوتا ہے ان نو مسلموں کے دلوں سے کم ہونے لگا۔ جن کو نہ رسول کریم ﷺ کی صحبت ملی تھی اور نہ آپ کے صحبت یافتہ لوگوں کے پاس زیادہ بیٹھنے کا موقع ملا تھا بلکہ اسلام کے قبول کرتے ہی انہوں نے خیال کر لیا تھا کہ وہ سب کچھ سیکھ گئے ہیں۔ جوش اسلام کے کم ہوتے ہی وہ تصرف جو ان کے دلوں پر اسلام کو تھا کم ہو گیا۔ اور وہ پھر ان معاصی میں خوشی محسوس کرنے لگے جس میں وہ اسلام لانے سے پہلے مبتلاء تھے۔ ان کے جرائم پر ان کو سزا ملی تو بجائے اصلاح کے سزا دینے والوں کی تخریب کرنے کے درپے ہوئے۔ اور آخر اتحاد اسلامی میں ایک بہت بڑا رخنہ پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوئے۔ ان لوگوں کا مرکز تو کوفہ میں تھا۔ مگر سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ خود مدینہ منورہ میں ایک ایسا واقعہ ہؤا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بعض لوگ اسلام سے ایسے ہی ناواقف تھے جیسے کہ آج کل بعض نہایت تاریک گوشوں میں رہنے والے جاہل لوگ۔ حمران ابن ابان ایک شخص تھا جس نے ایک عورت سے اس کی عدت کے دوران میں ہی نکاح کر لیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہؤا تو آپ اس پر ناراض ہوئے اور اس عورت کو اس سے جدا کر دیا اور اس کے علاوہ اس کو مدینہ سے جلاوطن کر کے بصرہ بھیج دیا۔ (طبری جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۲۹۲۳ مطبوعہ بیروت) اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح بعض لوگ صرف اسلام کو قبول کر کے اپنے آپ کو عالم اسلام خیال کرنے لگے تھے اور زیادہ تحقیق کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ یا یہ کہ مختلف اباحتی خیالات کے ماتحت شریعت پر عمل کرنا ایک فعل عبث خیال کرتے تھے۔ یہ ایک منفرد واقعہ ہے اور غالباً اس شخص کے سوا مدینہ میں جو مرکز اسلام تھا کوئی ایسا ناواقف آدمی نہ تھا۔ مگر دوسرے شہروں میں بعض لوگ معاصی میں ترقی کر رہے تھے۔ چنانچہ کوفہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں نوجوانوں کی ایک جماعت ڈاکہ

زنی کے لئے بن گئی تھی۔ لکھا ہے کہ ان لوگوں نے ایک دفعہ علی بن حیسمان الخزاعی نامی ایک شخص کے گھر پر ڈاکہ مارنے کی تجویز کی۔ اور رات کے وقت اس کے گھر میں نقب لگائی۔ اس کو علم ہو گیا اور وہ تلوار لے کر نکل پڑا۔ مگر جب بہت سی جماعت دیکھی تو اس نے شور مچایا۔ اس پر ان لوگوں نے اس کو کہا کہ چپ کر ہم ایک ضرب مار کر تیرا سارا ڈر نکال دیں گے اور اس کو قتل کر دیا۔ اتنے میں ہمسائے ہوشیار ہو گئے اور اردگرد جمع ہو گئے اور ان ڈاکوؤں کو پکڑ لیا۔ حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ نے جو صحابیؓ تھے اور اس شخص کے ہمسایہ تھے اور انہوں نے سب حال اپنی دیوار پر سے دیکھا تھا۔ انہوں نے شہادت دی کہ واقعہ میں انہی لوگوں نے علیؓ کو قتل کیا ہے اور اسی طرح ان کے بیٹے نے شہادت دی اور معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ کر بھیج دیا۔ انہوں نے ان سب کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا اور ولید بن عتبہ نے جو ان دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے، ان سب ڈاکوؤں کو دروازہ شہر کے باہر میدان میں قتل کروا دیا۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۲۸۴۰، ۲۸۴۱ مطبوعہ بیروت) بظاہر یہ ایک معمولی واقعہ معلوم ہوتا ہے لیکن اس زمانے کے حالات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی واقعہ نہ تھا۔ اسلام کی ترقی کے ساتھ ساتھ جرائم کا سلسلہ بالکل مٹ گیا تھا۔ اور لوگ ایسے امن میں تھے کہ کھلے دروازوں سوتے ہوئے بھی خوف نہ کھاتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عُمّال کی ڈیوڑھیاں بنانے سے بھی منع کر دیا تھا۔ گو اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غرض تو یہ تھی کہ لوگ آسانی سے اپنی شکایات گورنروں کے پاس پہنچا سکیں۔ لیکن یہ حکم اس وقت تک ہی دیا جا سکتا تھا جب تک امن انتہاء تک نہ پہنچا ہوا ہوتا۔ پھر اس واقعہ میں خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس ڈاکہ میں بعض ذی مقدرت اور صاحبِ ثروت لوگوں کی اولاد بھی شامل تھی جو اپنے اپنے حلقے میں بارسوخ تھے۔ پس یہ واردات معمولی واردات نہ تھی بلکہ کسی عظیم الشان انقلاب کی طرف اشارہ کرتی تھی۔ جو اس کے سوا کیا ہو سکتا تھا کہ دینِ اسلام سے ناواقف لوگوں کے دلوں پر جو تصرف اسلام تھا اب اس کی گرفت کم ہو رہی تھی۔ اور اب وہ پھر اپنی عادات کی طرف لوٹ رہے تھے۔ اور غریب ہی نہیں بلکہ امراء بھی اپنی پرانی عظمت کو قتل و غارت سے واپس لینے پر آمادہ ہو رہے تھے۔ حضرت ابو شریحؓ صحابی نے اس امر کو خوب سمجھا اور اسی وقت اپنی سب جائداد وغیرہ بیچ کر اپنے اہل و عیال سمیت مدینہ کو واپس تشریف لے گئے اور کوفہ کی رہائش ترک کر دی۔ ان کا

اس واقعہ پر کوفہ کو ترک کر دینا اس امر کی کافی شہادت ہے کہ یہ منفرد مثال آئندہ کے خطرناک واقعات کی طرف اشارہ تھی۔ انہی دنوں ایک اور فتنہ نے سر نکالنا شروع کیا۔

عبداللہ بن سبا ایک یہودی تھا جو اپنی ماں کی وجہ سے ابن السوداء کہلاتا تھا۔ یمن کا رہنے والا اور نہایت بدباطن انسان تھا۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کو دیکھ کر اس غرض سے مسلمان ہؤا کہ کسی طرح مسلمانوں میں فتنہ ڈلوائے۔ میرے نزدیک اس زمانہ کے فتنے اسی مفسد انسان کے اردگرد گھومتے ہیں اور یہ ان کی روح رواں ہے۔ شرارت کی طرف مائل ہو جانا اس کی جبلّت میں داخل معلوم ہوتا ہے۔ خفیہ منصوبہ کرنا اس کی عادت تھی اور اپنے مطلب کے آدمیوں کو تاڑ لینے میں اس کو خاص مہارت تھی۔ ہر شخص سے اس کے مذاق کے مطابق بات کرتا تھا اور نیکی کے پردے میں بدی کی تحریک کرتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اچھے اچھے سنجیدہ آدمی اس کے دھوکے میں آجاتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے نصف میں مسلمان ہؤا اور تمام بِلاد اسلامیہ کا دورہ اس غرض سے کیا کہ ہر ایک جگہ کے حالات سے خود واقفیت پیدا کرے۔ مدینہ منورہ میں تو اس کی دال نہ گل سکتی تھی۔ مکہ مکرمہ اس وقت سیاسیات سے بالکل علیحدہ تھا۔ سیاسی مرکز اس وقت دار الخلافہ کے سوا بصرہ، کوفہ، دمشق، اور فسطاط تھے۔ پہلے ان مقامات کا اس نے دورہ کیا اور یہ رویہ اختیار کیا کہ ایسے لوگوں کی تلاش کر کے جو سزا یافتہ تھے اور اس وجہ سے حکومت سے ناخوش تھے ان سے ملتا اور انہی کے ہاں ٹھہرتا۔ چنانچہ سب سے پہلے بصرہ گیا اور حکیم بن جبلہ ایک نظربند ڈاکو کے پاس ٹھہرا اور اپنے ہم مذاق لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا اور ان کی ایک مجلس بنائی۔ چونکہ کام کی ابتداء تھی اور یہ آدمی ہوشیار تھا صاف صاف بات نہ کرتا بلکہ اشارہ کنایہ سے ان کو فتنہ کی طرف بلاتا تھا۔ اور جیسا کہ اس نے ہمیشہ اپنا وطیرہ رکھا ہے وعظ و پند کا سلسلہ بھی ساتھ جاری رکھتا تھا۔ جس سے ان لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت پیدا ہو گئی اور وہ اس کی باتیں قبول کرنے لگے۔ عبداللہ بن عامر کو جو بصرہ کے والی تھے جب اس کا علم ہؤا تو انہوں نے اس سے اس کا حال پوچھا اور اس کے آنے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں اہل کتاب میں سے ایک شخص ہوں جسے اسلام کا اُنس ہو گیا ہے اور آپ کی حفاظت میں رہنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ بن عامر کو چونکہ اصل حالات پر آگاہی حاصل ہو چکی تھی۔ انہوں نے اس کے عذر کو قبول نہ کیا اور کہا کہ مجھے تمہارے متعلق جو حالات معلوم ہیں وہ ان کے خلاف ہیں اس لئے تم میرے علاقہ سے نکل جاؤ۔ وہ بصرہ

سے نکل کر کوفہ کی طرف چلا گیا (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۹۲۲ مطبوعہ بیروت) مگر فساد بغاوت اور اسلام سے بیگانگی کا بیج ڈال گیا جو بعد میں بڑھ کر ایک بہت بڑا درخت ہو گیا۔

میرے نزدیک یہ سب سے پہلی سیاسی غلطی ہوئی ہے اگر والیٔ بصرہ بجائے اس کو جلاوطن کرنے کے قید کر دیتا اور اس پر الزام قائم کرتا تو شاید یہ فتنہ وہیں دبا رہتا۔ ابن سوداء تو اپنے گھر سے نکلا ہی اس ارادے سے تھا کہ تمام عالم اسلام میں پھر کر فتنہ فساد کی آگ بھڑکائے۔ اس کا بصرہ سے نکلنا تو اس کے مدّعا کے عین مطابق تھا۔ کوفہ میں پہنچ کر اس شخص نے پھر وہی بصرہ والی کارروائی شروع کی۔ اور بالآخر وہاں سے بھی نکالا گیا لیکن یہاں بھی اپنی شرارت کا بیج بوتا گیا جو بعد میں بہت بڑا درخت بن گیا۔ اور اس دفعہ اس کے نکالنے پر اس پہلی سیاسی غلطی کا ارتکاب کیا گیا۔ کوفہ سے نکل کر یہ شخص شام کو گیا مگر وہاں اس کو اپنے قدم جمانے کا کوئی موقع نہ ملا۔ حضرت معاویہؓ نے وہاں اس عمدگی سے حکومت کا کام چلایا ہؤا تھا کہ نہ تو اسے ایسے لوگ ملے جن میں یہ ٹھہر سکے اور نہ ایسے لوگ میسر آئے جن کو اپنا قائم مقام بنایا جاوے پس شام سے اس کو باحسرت و یاس آگے سفر کرنا پڑا اور اس نے مصر کا رخ کیا مگر شام چھوڑنے سے پہلے اس نے ایک اور فتنہ کھڑا کر دیا۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے ابتدائی صحابہؓ میں سے ایک نہایت نیک اور متقی صحابیؓ تھے۔ جب سے ایمان لائے رسول کریم ﷺ کی محبت میں آگے ہی قدم بڑھاتے گئے اور ایک لمبا عرصہ صحبت میں رہے۔ جیسا کہ ہر ایک شخص کا مذاق جداگانہ ہوتا ہے رسول کریم ﷺ کی ان نصائح کو سن کر کہ دنیا سے مؤمن کو علیحدہ رہنا چاہئے یہ اپنے مذاق کے مطابق مال جمع کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے اور دولت سے نفرت کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی سمجھاتے تھے کہ مال نہیں جمع کرنا چاہئے۔ جو کچھ کسی کے پاس ہو اسے غرباء میں بانٹ دینا چاہئے۔ مگر یہ عادت ان کی ہمیشہ سے تھی۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے بھی جب کہ مسلمانوں میں دولت آئی وہ ایسا ہی کرتے تھے ابن سوداء جب شام سے گزر رہا تھا اس نے ان کی طبیعت میں دولت کے خلاف خاص جوش دیکھ کر یہ معلوم کر کے کہ یہ چاہتے ہیں کہ غرباء و امراء اپنے مال تقسیم کر دیں۔ شام میں سے گزرتے ہوئے جہاں کہ اس وقت حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقیم تھے ان سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ دیکھئے کیا غضب ہو رہا ہے۔ معاویہ بیت المال کے اموال کو اللہ کا مال کہتا تھا حالانکہ بیت المال

کے اموال کی کیا شرط ہے ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی ہے۔ پھر وہ خاص طور پر اس مال کو مالُ اللہ کیوں کہتا ہے۔ صرف اس لئے کہ مسلمانوں کا حق جو اس مال میں ہے اس کو ضائع کر دے اور ان کا نام بیچ میں سے اڑا کر آپ وہ مال کھا جاوے۔ حضرت ابوذرؓ تو آگے ہی اس تلقین میں لگے رہتے تھے کہ امراء کو چاہئے کہ سب مال غرباء میں تقسیم کر دیں کیونکہ مؤمن کے لئے آرام کی جگہ اگلا جہاں ہی ہے اور اس شخص کی شرارت اور نیت سے آپ کو بالکل واقفیت نہ تھی۔ بس آپ اس کے دھوکا میں آگئے اور خیال کیا کہ واقع میں بیت المال کے اموال کو مالُ اللہ کہنا درست نہیں۔ اس میں اموال کے غصب ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ابن سوداء نے اس طرح حضرت معاویہؓ سے اس امر کا بدلہ لیا کہ کیوں انہوں نے اس کے ٹکنے کے لئے شام میں کوئی ٹھکانا نہیں بننے دیا۔ حضرت ابوذرؓ معاویہؓ کے پاس پہنچے اور ان کو سمجھایا کہ آپ مسلمانوں کے مال کو مالُ اللہ کہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے ابوذر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے کیا ہم سب اللہ کے بندے نہیں؟ یہ مال اللہ کا مال نہیں؟ اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں؟ اور حکم خدا کے ہاتھ میں نہیں؟ یعنی جب کہ بندے بھی خدا کے ہیں اور حکم بھی اسی کا جاری ہے تو پھر ان اموال کو اموالُ اللہ کہنے سے لوگوں کے حق کیونکر ضائع ہو جائیں گے۔ جو خدا تعالیٰ نے حقوق مقرر کئے ہیں وہ اس کے فرمان کے مطابق اس کی مخلوق کو ملیں گے۔ یہ جواب ایسا لطیف تھا کہ حضرت ابوذرؓ اس کا جواب تو بالکل نہ دے سکے مگر چونکہ اس معاملہ میں ان کو خاص جوش تھا اور ابن سوداء ایک شک آپ کے دل میں ڈال گیا تھا۔ اس لئے آپ نے احتیاطاً حضرت معاویہؓ کو یہی مشورہ دیا کہ آپ اس لفظ کو ترک کر دیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ تو ہرگز نہیں کہنے کا کہ یہ اموالُ اللہ نہیں ہاں آئندہ اس کو اموال المسلمین کہا کروں گا۔ ابن سوداء نے جب یہ حربہ کسی قدر کارگر دیکھا تو اور صحابہؓ کے پاس پہنچا اور ان کو اکسانا چاہا۔ مگر وہ حضرت ابوذرؓ کی طرح گوشہ گزین نہ تھے۔ اس شخص کی شرارتوں سے واقف تھے۔ ابو درداءؓ نے اس کی بات سنتے ہی کہا تو کون ہے جو ایسی فتنہ انگیز بات کہتا ہے۔ خدا کی قسم تو یہودی ہے۔ ان سے مایوس ہو کر وہ انصار کے سردار رسول کریم ﷺ کے خاص مقرب عبادہؓ بن صامت کے پاس پہنچا اور ان سے کچھ فتنہ انگیز باتیں کہیں۔ انہوں نے اس کو پکڑ لیا اور حضرت معاویہؓ کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ شخص ہے جس نے ابوذر غفاریؓ کو آپ کے پاس بھیجا تھا۔ شام میں اپنا کام نہ بنتا دیکھ کر ابن السوداء تو مصر کی طرف چلا گیا اور ادھر حضرت ابوذرؓ کے دل

میں اس کی باتوں سے ایک نیا جوش پیدا ہو گیا اور آپ نے آگے سے بھی زیادہ زور کے ساتھ مسلمانوں کو نصیحت کر دی کہ سب اپنے اپنے اموال لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ حضرت ابوذرؓ کا یہ کہنا درست نہ تھا کہ کسی کو مال جمع نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ صحابہؓ مال جمع نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ہمیشہ اپنے اموال خدا کی راہ میں تقسیم کرتے تھے۔ ہاں بے شک مالدار تھے اور اس کو مال جمع کرنا نہیں کہتے۔ مال جمع کرنا اس کا نام ہے کہ اس مال سے غرباء کی پرورش نہ کرے اور صدقہ و خیرات نہ کرے۔ خود رسول کریم ﷺ کے وقت میں بھی آپ کے صحابہؓ میں سے بعض مالدار تھے۔ اگر مالدار نہ ہوتے تو غزوہ تبوک کے وقت دس ہزار سپاہیوں کا سامان سفر حضرت عثمانؓ کس طرح ادا کرتے۔ مگر رسول کریم ﷺ ان لوگوں کو کچھ نہ کہتے تھے۔ بلکہ ان میں سے بعض آدمی آپ کے مقرب بھی تھے۔ غرض مالدار ہونا کوئی جرم نہ تھا بلکہ قرآن کی پیشگوئیوں کے عین مطابق تھا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ میں غلطی لگی ہوئی تھی۔ مگر جو کچھ بھی تھا' حضرت ابوذرؓ اپنے خیال پر پختہ تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ وہ اپنے خیال کے مطابق نصیحت تو کر دیتے مگر قانون کو کبھی اپنے ہاتھ میں نہ لیتے اور آنحضرت ﷺ کے احکام آپ کے زیر نظر رہتے۔ لیکن جن لوگوں میں بیٹھ کر وہ یہ باتیں کرتے تھے وہ ان کے تقویٰ اور طہارت سے ناآشنا تھے اور ان کی باتوں کا اور مطلب سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان باتوں کا آخر یہ نتیجہ نکلا کہ بعض غرباء نے امراء پر دستِ تعدّی دراز کرنا شروع کیا اور ان سے جبراً اپنے حقوق وصول کرنے چاہے۔ انہوں نے حضرت معاویہؓ سے شکایت کی۔ جنہوں نے آگے حضرت عثمانؓ کے پاس معاملہ پیش کیا۔ آپ نے حکم بھیجا کہ ابوذرؓ کو اکرام و احترام کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کر دیا جاوے۔ اس حکم کے ماتحت حضرت ابوذرؓ مدینہ تشرف لائے۔ حضرت عثمانؓ نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ اہل شام آپ کے خلاف شکایت کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میرا ان سے یہ اختلاف ہے کہ ایک تو مالُ اللہ نہ کہا جائے دوسرے یہ کہ امراء مال نہ جمع کریں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ابوذرؓ جو ذمہ داری خدا تعالیٰ نے مجھ پر ڈالی ہے اس کا ادا کرنا میرا ہی کام ہے اور یہ میرا فرض ہے کہ جو حقوق رعیت پر ہیں ان سے وصول کروں۔ اور یہ کہ ان کو خدمت دین اور میانہ روی کی تعلیم دوں۔ مگر یہ میرا کام نہیں کہ ان کو ترکِ دنیا پر مجبور کروں۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا کہ پھر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کہیں چلا جاؤں کیونکہ مدینہ اب میرے مناسب حال نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ

کیا آپ اس گھر کو چھوڑ کر اس گھر سے بد تر گھر کو اختیار کر لیں گے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کی آبادی سلع تک پھیل جاوے تو تم مدینہ میں نہ رہنا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا کہ آپ رسول خدا ﷺ کا حکم بجالاویں۔ اور کچھ اونٹ اور دو غلام دے کر مدینہ سے رخصت کیا اور تاکید کی کہ مدینہ سے کلی طور پر قطع تعلق نہ کریں بلکہ وہاں آتے جاتے رہیں۔ جس ہدایت پر ابوذرؓ ہمیشہ عمل کرتے رہے۔(طبری جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۸۶۰ مطبوعہ بیروت) یہ چوتھا فتنہ تھا جو پیدا ہؤا اور گو اس میں حضرت ابوذرؓ کو ہتھیار بنایا گیا تھا مگر درحقیقت نہ حضرت ابوذر کے خیالات وہ تھے جو مفسدوں نے اختیار کئے اور نہ ان کو ان لوگوں کی شرارتوں کا علم تھا۔ حضرت ابوذرؓ تو باوجود اختلاف کے کبھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے پر آمادہ نہ ہوئے اور حکومت کی اطاعت اس طور پر کرتے رہے کہ باوجود اس کے کہ ان کے خاص حالات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ان کو فتنہ اور تکلیف سے بچانے کے لئے رسول کریم ﷺ نے ان کو ایک خاص وقت پر مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے بغیر حضرت عثمانؓ کی اجازت کے اس حکم پر عمل کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا اور پھر جب وہ مدینہ سے نکل کر ربذہ میں جاکر مقیم ہوئے اور وہاں کے محصّل نے ان کو نماز کا امام بننے کے لئے کہا تو انہوں نے اس سے اس بناء پر انکار کیا کہ تم یہاں کے حاکم ہو اس لئے تم ہی کو امام بننا سزاوار ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعتِ حکام سے ان کو کوئی انحراف نہ تھا اور نہ انار کی کو وہ جائز سمجھتے تھے۔

حضرت ابوذرؓ کی سادگی کا اس امر سے خوب پتہ چلتا ہے کہ جب ابن السوداء کے دھوکا دینے سے وہ معاویہؓ سے جھگڑتے تھے کہ بیت المال کے اموال کو مالُ اللہ نہیں کہنا چاہئے اور حضرت عثمانؓ کے پاس بھی شکایت لائے تھے وہ اپنی بول چال میں اس لفظ کو برابر استعمال کرتے تھے چنانچہ اس فساد کے بعد جب کہ وہ ربذہ میں تھے ایک دفعہ ایک قافلہ وہاں اترا۔ اس قافلہ کے لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے ساتھیوں کو ہم نے دیکھا ہے وہ بڑے بڑے مالدار ہیں مگر آپ اس غربت کی حالت میں ہیں۔ انہوں نے ان کو یہ جواب دیا کہ اِنَّھُمْ لَیْسَ لَھُمْ فِیْ مَالِ اللّٰہِ حَقٌّ اِلاَّ وَلِیْ مِثْلُہٗ۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۲۸۶۲ مطبوعہ بیروت) یعنی ان کا مالُ اللہ (یعنی بیت المال کے اموال) میں کوئی ایسا حق نہیں جو مجھے حاصل نہ ہو۔ اسی طرح انہوں نے وہاں کے حبشی حاکم کو بھی دَقِیْقٌ مِّنْ مَّالِ اللّٰہِ (طبری جلد ۵ صفحہ ۲۸۶۲ مطبوعہ بیروت) (مالُ اللہ کا

غلام) کے نام سے یاد کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی یہ لفظ استعمال کرتے تھے اور باوجود اس لفظ کی مخالفت کرنے کے بے تحاشا اس لفظ کا آپ کی زبان پر جاری ہو جانا اس امر کی شہادت ہے کہ یہ صحابہؓ کا ایک عام محاورہ تھا۔ مگر ابن السوداء کے دھوکا دینے سے آپ کے ذہن سے یہ بات نکل گئی۔

یہ فتنہ جسے بولشوزم کا فتنہ کہنا چاہئے حضرت معاویہؓ کی حسن تدبیر سے شام میں تو چمکنے نہ پایا۔ مگر مختلف صورتوں میں یہ خیال اور جگہوں پر اشاعت پا کر ابن السوداء کے کام میں مد ہو گیا۔

ابن السوداء شام سے نکل کر مصر پہنچا۔ اور یہی مقام تھا جسے اس نے اپنے کام کا مرکز بنانے کے لئے چنا تھا۔ کیونکہ یہ مقام دارالخلافہ سے بہت دور تھا اور دوسرے اس جگہ صحابہؓ کی آمدورفت اس کثرت سے نہ تھی جتنی کہ دوسرے مقامات پر۔ جس کی وجہ سے یہاں کے لوگ دین سے نسبتاً کم تعلق رکھتے تھے اور فتنہ میں حصے لینے کے لئے زیادہ تیار تھے چنانچہ ابن السوداء کا ایک نائب جو کوفہ کا باشندہ تھا اور جس کا ذکر آگے آوے گا ان واقعات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جلاوطن کیا گیا تو حضرت معاویہؓ کے اس سوال پر کہ نئی پارٹی کے مختلف ممالک کے ممبروں کا کیا حال ہے۔ اس نے جواب دیا کہ انہوں نے مجھ سے خط و کتابت کی ہے اور میں نے ان کو سمجھایا ہے اور انہوں نے مجھے نہیں سمجھایا۔ مدینہ کے لوگ تو سب سے زیادہ فساد کے شائق ہیں اور سب سے کم اس کی قابلیت رکھتے ہیں۔ اور کوفہ کے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں لیکن بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب سے خوف نہیں کھاتے اور بصرہ کے لوگ اکٹھے حملہ کرتے ہیں مگر پراگندہ ہو کر بھاگتے ہیں۔ ہاں مصر کے لوگ ہیں جو شرارت کے اہل سب سے زیادہ ہیں۔ مگر ان میں یہ نقص ہے کہ پیچھے نادم بھی جلدی ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد شام کا حال اس نے بیان کیا کہ وہ اپنے سرداروں کے سب سے زیادہ مطیع ہیں اور اپنے گمراہ کرنے والوں کے سب سے زیادہ نافرمان ہیں۔ [۵] یہ رائے ابن الکواء کی ہے جو ابن السوداء کی پارٹی کے رکنوں میں سے تھا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر ہی سب سے عمدہ مقام تھا جہاں ابن السوداء ڈیرہ لگا سکتا تھا۔ اور اس کی شرارت کی باریک بین نظر نے اس امر کو معلوم کر کے اس مقام کو اپنے قیام کے لئے چنا اور اسے فساد کا مرکز بنا دیا اور بہت جلد ایک جماعت اس کے اردگرد جمع ہو گئی۔

اب سب بِلاد میں شرارت کے مرکز قائم ہو گئے۔ اور ابن السوداء نے ان تمام لوگوں کو جو سزایافتہ تھے یا ان کے رشتہ دار تھے یا اور کسی سبب سے اپنی حالت پر قانع نہ تھے نہایت ہوشیاری اور دانائی سے اپنے ساتھ ملانا شروع کیا۔ اور ہر ایک کے مذاق کے مطابق اپنی غرض کو بیان کرتا تاکہ اس کی ہمدردی حاصل ہو جاوے۔ مدینہ شرارت سے محفوظ تھا اور شام بالکل پاک تھا۔ تین مرکز تھے جہاں اس فتنہ کا مواد تیار ہو رہا تھا بصرہ' کوفہ اور مصر۔ مصر مرکز تھا۔ مگر اس زمانہ کے تجربہ کار اور فلفی دماغ انارکسٹوں کی طرح ابن السوداء نے اپنے آپ کو خلف الْاَستار رکھا ہؤا تھا۔ سب کام کی روح وہی تھا مگر آگے دوسرے لوگوں کو کیا ہؤا تھا۔ بوجہ قریب ہونے کے اور بوجہ سیاسی فوقیت کے جو اس وقت بصرہ اور کوفہ کو حاصل تھی یہ دونوں شہران تغیرات میں زیادہ حصہ لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن ذرا باریک نگاہ سے دیکھا جاوے تو تاریخ کے صفحات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان تمام کارروائیوں کی باگ مصر میں بیٹھے ہوئے ابن السوداء کے ہاتھ میں تھی۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ کوفہ میں ایک جماعت نے ایک شخص علی بن حیسمان الخزاعی کے گھر پر ڈاکہ مار کر اس کو قتل کر دیا تھا اور قاتلوں کو دروازہ شہر پر قتل کر دیا گیا تھا۔ ان نوجوانوں کے باپوں کو اس کا بہت صدمہ تھا اور وہ اس جگہ کے والی ولید بن عتبہ سے اس کا بدلہ لینا چاہتے تھے اور منتظر رہتے تھے کہ کوئی موقع ملے اور ہم انتقام لیں۔ یہ لوگ اس فتنہ انگیز جماعت کے ہاتھ میں ایک عمدہ ہتھیار بن گئے جن سے انہوں نے خوب کام لیا۔ ولید سے بدلہ لینے کے لئے انہوں نے کچھ جاسوس مقرر کئے تاکہ کوئی عیب ولید کا پکڑ کر ان کو اطلاع دیں۔ جاسوسوں نے کوئی کارروائی تو اپنی دکھانی ہی تھی۔ ایک دن آکر ان کو خبر دی کہ ولید اپنے ایک دوست ابو زبیر کے ساتھ مل کر جو عیسائی سے مسلمان ہؤا تھا شراب پیتے ہیں۔ ان مفسدوں نے اٹھ کر تمام شہر میں اعلان کرنا شروع کر دیا کہ لو یہ تمہارا والی ہے۔ اندر اندر چھپ چھپ کر اپنے دوستوں کے ساتھ شراب پیتا ہے۔ عامۃ الناس کا تو جوش بے قابو ہوتا ہی ہے اس بات کو سن کر ایک بڑی جماعت ان کے ساتھ ہو گئی اور ولید کے گھر کا سب نے جا کر محاصرہ کر لیا۔ دروازہ تو کوئی تھا ہی نہیں۔ سب بے تحاشا مسجد میں سے ہو کر اندر گھس گئے (ان کے مکان کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا) اور ولید کو اس وقت معلوم ہؤا جب وہ ان کے سر پر جا کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ان کو دیکھا تو گھبرا گئے۔ اور جلدی سے کوئی چیز چارپائی کے نیچے کھسکا دی۔

انہوں نے خیال کیا کہ اب بھید کھل گیا اور چور پکڑا گیا۔ جھٹ ایک شخص نے بِلا بولے چالے ہاتھ اندر کیا اور وہ چیز نکال لی۔ دیکھا تو ایک طبق تھا اور اس کے اندر والی کوفہ کا کھانا اور انگوروں کا ایک خوشہ پڑا تھا جسے اس نے صرف اس شرم سے چھپا دیا تھا کہ ایسے بڑے مالدار صوبہ کے گورنر کے سامنے صرف یہی کھانا رکھا گیا تھا۔ اس امر کو دیکھ کر لوگوں کے ہوش اڑ گئے سب شرمندہ ہو کر الٹے پاؤں لوٹے اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ بعض شریروں کے دھوکا میں آکر انہوں نے ایسا خطرناک جرم کیا اور شریعت کے احکام کو پسِ پُشت ڈال دیا۔ مگر ولید نے شرم سے اس بات کو دبا دیا اور حضرت عثمانؓ کو اس امر کی خبر نہ کی۔ لیکن یہ ان کا رحم جو ایک غیر مستحق قوم کے ساتھ کیا گیا تھا آخر ان کے لئے اور ان کے بعد ان کے قائمقام کے لئے نہایت مُضر ثابت ہؤا۔ مفسدوں نے بجائے اس کے کہ اس رحم سے متأثر ہوتے اپنی ذلت کو اور بھی محسوس کیا اور پہلے سے بھی زیادہ جوش سے ولید کی تباہی کی تدابیر کرنی شروع کیں اور حضرت عثمانؓ کے پاس وفد بن کر گئے کہ ولید کو موقوف کیا جائے۔ لیکن انہوں نے بِلا کسی جرم کے والی کو موقوف کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ لوگ واپس آئے تو اور دوسرے تمام ایسے لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا جو سزا یافتہ تھے۔ اور مل کر مشورہ کیا کہ جس طرح ہو جھوٹ سچ ولید کو ذلیل کیا جاوے۔ ابو زینب اور ابو مورع دو شخصوں نے اس بات کا ذمہ لیا کہ وہ کوئی تجویز کریں گے اور ولید کی مجلس میں جانا شروع کیا۔ ایک دن موقع پا کر جب کہ کوئی نہ تھا اور ولید اپنے مردانہ میں جس کو زنانہ حصہ سے صرف ایک پردہ ڈال کر جدا کیا گیا تھا سو گئے۔ ان دونوں نے ان کی انگشتری آہستہ سے اتار لی اور خود مدینہ کی طرف بھاگ نکلے کہ ہم نے ولید کو شراب میں مخمور دیکھا ہے اور اس کا ثبوت یہ انگوٹھی ہے جو ان کے ہاتھ سے حالت نشہ میں ہم نے اتاری اور ان کو خبر نہ ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں کے سامنے انہوں نے شراب پی تھی۔ انہوں نے اس بات کے اقرار کی تو جرأت نہ کی کیونکہ سامنے شراب پینے سے ثابت ہوتا کہ وہ بھی ولید کے ساتھ شریک تھے۔ اور یہ کہا کہ نہیں ہم نے ان کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ انگوٹھی اس کا ثبوت موجود تھی اور دو گواہ حاضر تھے۔ اور کچھ اور شریر بھی ان کی شہادت کو زیادہ وقیع بنانے کے لئے ساتھ گئے تھے وہ بھی اس واقعہ کی تصدیق بالقرائن کرتے تھے۔ صحابہؓ سے مشورہ لیا گیا اور ولید کو حد شراب لگانے کا فیصلہ ہؤا۔ کوفہ سے ان کو بلوایا گیا اور مدینہ میں شراب پینے کی سزا میں کوڑے لگوائے گئے۔ ولید نے

گو عذر کیا اور ان کی شرارت پر حضرت عثمانؓ کو آگاہ کیا مگر انہوں نے کہا کہ بحکم شریعت گواہوں کے بیان کے مطابق سزا تو ملے گی۔ ہاں جھوٹی گواہی دینے والا خدا تعالیٰ کی طرف سے سزا پائے گا۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۲۸۴۶ تا ۲۸۴۸ مطبوعہ بیروت)

ولید معزول کئے گئے اور ناحق ان پر الزام لگایا گیا مگر صحابہؓ کے مشورہ کے ماتحت حضرت عثمانؓ نے ان کو حد لگائی۔ اور چونکہ گواہ اور قرائن ان کے خلاف موجود تھے شریعت کے حکم کے ماتحت ان کو حد لگانا ضروری تھا۔ سعید بن العاصؓ ان کی جگہ والی کوفہ بنا کر بھیج دیئے گئے۔ انہوں نے کوفہ میں جا کر وہاں کی حالت دیکھی تو حیران ہو گئے۔ تمام اوباش اور دین سے ناواقف لوگ قبضہ جمائے ہوئے تھے اور شرفاء محکوم و مغلوب تھے۔ انہوں نے اس واقعہ کی حضرت عثمانؓ کو خبر دی۔ جنہوں نے ان کو نصیحت کی کہ جو لوگ بڑی بڑی قربانیاں کر کے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے پہلے پہلے آتے تھے۔ ان کا اعزاز و احترام قائم کریں ہاں اگر وہ لوگ دین سے بے توجہی برتیں تب بے شک دوسرے ایسے لوگوں کو ان کی جگہ دیں جو زیادہ دین دار ہوں۔

جس وقت کوفہ میں یہ شرارت جاری تھی بصرہ بھی خاموش نہ تھا وہاں بھی حکیم بن جبلہ ابن السوداء کے ایجنٹ اور اس کے ساتھیوں کے ذریعہ حضرت عثمانؓ کے نائبوں کے خلاف لوگوں میں جھوٹی تہمتیں مشہور کی جارہی تھیں۔

مصر جو اصل مرکز تھا وہاں تو اور بھی زیادہ فساد برپا تھا عبداللہ بن سبا نے وہاں صرف سیاسی شورش ہی برپا نہ کر رکھی تھی بلکہ لوگوں کا مذہب بھی خراب کر رہا تھا۔ مگر اس طرح کہ دین سے ناواقف مسلمان اسے بڑا مخلص سمجھیں۔ چنانچہ وہ تعلیم دیتا تھا کہ تعجب ہے کہ بعض مسلمان یہ تو عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لادیں گے مگر یہ نہیں مانتے کہ رسول کریم ﷺ دوبارہ معبوث ہوں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ۔ (القصص: ۸۶) یعنی وہ خدا جس نے قرآن کریم تجھ پر فرض کیا ہے تجھے ضرور لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لاوے گا۔ [۸] اس کی اس تعلیم کو اس کے بہت سے ماننے والوں نے قبول کر لیا۔ اور آنحضرت ﷺ کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کے قائل ہو گئے حالانکہ قرآن کریم ان لوگوں کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے سے جو فوت ہو چکے ہیں بڑے زور سے انکار کرتا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے

نام کو روشن کرنے کے لئے کسی شخص کو انہی کے اخلاق اور صفات دے کر کھڑا کر دے۔ مگر یہ امر تناسخ یا کسی شخص کے دوبارہ واپس آنے کے عقیدہ سے بالکل الگ ہے۔ اور ایک بدیہی اور مشہور امر ہے۔ علاوہ اس رجعت کے عقیدہ کے عبداللہ بن سبا نے یہ بھی مشہور کرنا شروع کیا کہ ہزار نبی گزرے ہیں اور ہر ایک نبی کا ایک وصی تھا۔ اور رسول کریم ﷺ کے وصی حضرت علیؓ ہیں۔ رسول کریم ﷺ خاتم الانبیاء تھے تو حضرت علیؓ خاتم الاوصیاء ہیں۔ پھر کہتا اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہو سکتا ہے جو رسول کریم ﷺ کے وصی پر حملہ کرکے اس کا حق چھین لے۔

غرض علاوہ سیاسی تدابیر کے جو اسلام میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اس شخص نے اختیار کر رکھی تھیں۔ مذہبی فتنہ بھی برپا کر رکھا تھا اور مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کی بھی فکر کر رہا تھا مگر یہ احتیاط ضرور برتتا تھا کہ لوگ اس کو مسلمان ہی سمجھیں۔

ایسی حالت میں تین سال گزر گئے اور یہ مُفسد گروہ برابر خفیہ کارروائیاں کرتا رہا اور اپنی جماعت بڑھاتا گیا۔ لیکن اس تین سال کے عرصہ میں کوئی خاص واقعہ سوائے اس کے نہیں ہؤا کہ محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ دو شخص مدینہ منورہ کے باشندے بھی اس فتنہ میں کسی قدر حصہ لینے لگے محمد بن ابی بکر تو حضرت ابوبکرؓ کا چھوٹا لڑکا تھا جسے سوائے اس خصوصیت کے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کا لڑکا تھا دینی طور پر کوئی فضیلت حاصل نہ تھی۔ اور محمد بن ابی حذیفہ ایک یتیم تھا جسے حضرت عثمانؓ نے پالا تھا۔ مگر بڑا ہو کر اس نے خاص طور پر آپ کی مخالفت میں حصہ لیا جس کی وُجوہ میں ابھی بیان کروں گا چوتھے سال میں اس فتنہ نے کسی قدر ہیبت ناک صورت اختیار کر لی اور اس کے بانیوں نے مناسب سمجھا کہ اب علی الاعلان اپنے خیالات کا اظہار کیا جاوے اور حکومت کے رُعب کو مٹایا جاوے چنانچہ اس امر میں بھی کوفہ ہی نے ابتداء کی۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں ولید بن عتبہ کے بعد سعید بن العاص والی کوفہ مقرر ہوئے تھے۔ انہوں نے شروع سے یہ طریق اختیار کر رکھا تھا کہ صرف شرفاء شہر کو اپنے پاس آنے دیتے تھے مگر کبھی کبھی وہ ایسا بھی کرتے کہ عام مجلس کرتے اور ہر طبقہ کے آدمیوں کو اس وقت پاس آنے کی اجازت ہوتی۔ ایک دن اسی قسم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت طلحہؓ کی سخاوت کا ذکر آیا اور کسی نے کہا کہ وہ بہت ہی سخاوت سے کام لیتے ہیں۔ اس پر سعید کے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا کہ ان کے پاس مال بہت ہے وہ سخاوت کرتے ہیں ہمارے پاس بھی مال ہوتا تو

ہم بھی ویسی ہی داد و دہش کرتے۔ ایک نوجوان نادانی سے بول پڑا کہ کاش فلاں جاگیر جو اموال شاہی میں سے تھی اور عام مسلمانوں کے فائدہ کے لئے رکھی گئی تھی آپ کے قبضہ میں ہوتی۔ اس پر اس فتنہ انگیز جماعت کے بعض آدمی جو اس انتظار میں تھے کہ کوئی موقع نکلے تو ہم اپنے خیالات کا اظہار کریں غصہ کا اظہار کرنے لگے اور ظاہر کرنے لگے کہ یہ بات اس شخص نے سعید والی کوفہ کے اشارہ سے کہی ہے۔ اور اس لئے کہی ہے تاکہ ان اموال کو ہضم کرنے کے لئے راستہ تیار کیا جاوے اور اٹھ کر اس شخص کو سعید کے سامنے ہی مارنا شروع کر دیا۔ اس کا باپ مدد کے لئے اٹھا تو اسے بھی خوب پیٹا سعید ان کو روکتے رہے مگر انہوں نے ان کی بھی نہ سنی اور مار مار کر دونوں کو بے ہوش کر دیا۔ یہ خبر جب لوگوں کو معلوم ہوئی کہ سعید کے سامنے بعض لوگوں نے ایسی شرارت کی ہے تو لوگ ہتھیار بند ہو کر مکان پر جمع ہو گئے۔ مگر ان لوگوں نے سعید کی منت و سماجت کی اور ان سے معافی مانگی اور پناہ کے طلب گار ہوئے۔ ایک عرب کی فیاضی اور پھر وہ بھی قریش کی ایسے موقع پر کب برداشت کر سکتی تھی کہ دشمن پناہ مانگے اور وہ اس سے انکار کر دے۔ سعید نے باہر نکل کر لوگوں سے کہہ دیا کہ کچھ لوگ آپس میں لڑ پڑے تھے معاملہ کچھ نہیں اب سب خیر ہے۔ لوگ تو اپنے گھروں میں لوٹ گئے اور ان لوگوں نے پھر وہی بے تکلفی شروع کی۔ مگر جب سعید کو یقین ہو گیا کہ اب ان لوگوں کے لئے کوئی خطرہ کی بات نہیں ان کو رخصت کر دیا۔ اور جن لوگوں کو پیٹا گیا تھا ان سے کہہ دیا کہ چونکہ میں ان لوگوں کو پناہ دے چکا ہوں ان کے قصور کا اعلان نہ کرو اس میں میری سُبکی ہو گی۔ ہاں یہ تسلی رکھو کہ آئندہ یہ لوگ میری مجلس میں نہ آسکیں گے۔

ان مفسدوں کی اصل غرض تو پوری ہو چکی تھی۔ یعنی نظم اسلامی میں فساد پیدا کرنا۔ اب انہوں نے گھروں میں بیٹھ کر علی الاعلان حضرت عثمانؓ اور سعید کی برائیاں بیان کرنی شروع کر دیں۔ لوگوں کو ان کا یہ رویہ بہت برا معلوم ہوا اور انہوں نے سعید سے شکایت کی کہ یہ اس طرح شرارت کرتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کی اور آپ کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور امت اسلامیہ کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ بات برداشت نہیں کر سکتے آپ اس کا انتظام کریں۔ انہوں نے کہا کہ آپ لوگ خود تمام واقعات سے حضرت عثمانؓ کو اطلاع دیں۔ آپ کے حکم کے ماتحت انتظام کیا جاوے گا۔ تمام شرفاء نے حضرت عثمانؓ کو واقعات سے اطلاع دی۔ اور آپ نے سعید کو حکم دیا کہ اگر روسائے کوفہ اس امر پر متفق ہوں تو ان لوگوں کو شام

کی طرف جلاوطن کر دو۔ اور امیر معاویہؓ کے پاس بھیج دو۔ ادھر امیر معاویہؓ کو لکھا کہ کچھ لوگ جو کھلے طور پر فساد پر آمادہ ہیں وہ آپ کے پاس کوفہ سے آویں گے ان کے گزارہ کا انتظام کر دیں اور ان کی اصلاح کی تجویز کریں۔ اگر درست ہو جاویں اور اصلاح کر لیں تو ان کے ساتھ نرمی کرو اور ان کے پچھلے قصوروں سے درگزر کرو اور اگر شرارت پر مُصرّ رہیں تو پھر ان کو شرارت کی سزا دو۔

حضرت عثمانؓ کا یہ حکم نہایت دانائی پر مبنی تھا کیونکہ ان لوگوں کا کوفہ میں رہنا ایک طرف تو ان لوگوں کے جوشوں کو بھڑکانے والا تھا جو ان کی شرارتوں پر پوری طرح آگاہ تھے اور خطرہ تھا کہ وہ جوش میں آکر ان کو تکلیف نہ پہنچا بیٹھیں اور دوسری طرف اس لحاظ سے بھی مُضر تھا کہ وہ لوگ وہاں کے باشندے اور ایک حد تک صاحب رسوخ تھے۔ اگر وہاں رہتے تو اور بہت سے لوگوں کو خراب کرنے کا موجب ہوتے ۹۔ مگر یہ حکم اس وقت جاری ہؤا جب اس کا چنداں فائدہ نہ ہو سکتا تھا۔ اگر ابن عامر والی بصرہ ابن السوداء کے متعلق بھی حضرت عثمانؓ سے مشورہ طلب کرتا اور اس کے لئے بھی اسی قسم کا حکم جاری کیا جاتا تو شاید آئندہ حالات ان حالات سے بالکل مختلف ہوتے۔ مگر مسلمانوں کی حالت اس وقت اس بات کی مقتضی تھی کہ ایسی ہی قضاء و قدر جاری ہو اور وہی ہؤا۔

یہ لوگ جو جلاوطن کئے گئے اور جن کو ابن سبا کی مجلس کا رکن کہنا چاہئے تعداد میں دس کے قریب تھے (گو ان کی صحیح تعداد میں اختلاف ہے) حضرت معاویہؓ نے ان کی اصلاح کے لئے پہلے تو یہ تدبیر کی کہ ان سے بہت اعزاز و احترام سے پیش آئے۔ خود ان کے ساتھ کھانا کھاتے اور اکثر فرصت کے وقت ان کے پاس جا کر بیٹھتے۔ چند دن کے بعد انہوں نے ان کو نصیحت کی اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم لوگوں کو قریش ؓ سے نفرت ہے ایسا نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے عرب کو قریش کے ذریعہ سے ہی عزت دی ہے۔ تمہارے حکام تمہارے لئے ایک ڈھال کے طور پر ہیں۔ پس ڈھالوں سے جدا نہ ہو وہ تمہارے لئے تکالیف برداشت کرتے اور تمہاری فکر رکھتے ہیں۔ اگر اس امر کی قدر نہ کرو گے تو خدا تعالیٰ تم پر ایسے حکّام مقرر کرے گا جو تم پر خوب ظلم کریں گے اور تمہارے صبر کی قدر نہ کریں گے اور تم اس دنیا میں عذاب میں مبتلاء ہو گے۔ اور اگلے جہان میں بھی ان ظالم بادشاہوں کے ظلم کی سزا میں شریک ہو گے کیونکہ تم ہی ان کے قیام کے باعث بنو گے۔ حضرت معاویہؓ کی اس نصیحت کو سن کر ان میں سے ایک نے جواب دیا

کہ قریش کا ذکر چھوڑو' نہ وہ پہلے تعداد میں ہم سے زیادہ تھے نہ اب ہیں۔ اور جس ڈھال کا تم نے ذکر کیا ہے وہ چھنی تو ہم کو ہی ملے گی۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ معلوم ہؤا تم لوگ بے وقوف بھی ہو۔ میں تم کو اسلام کی باتیں سناتا ہوں تم جاہلیت کا زمانہ یاد دلاتے ہو۔ سوال قریش کی قلت و کثرت کا نہیں بلکہ اس ذمہ داری کا ہے جو اسلام نے ان پر ڈالی ہے۔ قریش بے شک تھوڑے ہیں۔ مگر جب خدا تعالیٰ نے دین کے ساتھ ان کو عزت دی ہے اور ہمیشہ سے مکہ مکرمہ کے تعلق کے باعث ان کی حفاظت کرتا چلا آیا ہے تو خدا کے فضل کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ جب وہ کافر تھے تو اس ادنیٰ تعلق کے باعث اس نے ان کی حفاظت کی۔ اب وہ مسلمان ہو کر اس کے دین کے قائم کرنے والے ہو گئے ہیں تو کیا خدا تعالیٰ ان کو ضائع کر دے گا؟ یاد رکھو تم لوگ اسلام کے غلبہ کو دیکھ کر ایک رَو میں مسلمان ہو گئے تھے اب شیطان تم کو اپنا ہتھیار بنا کر اسلام کو تباہ کرنے کے لئے تم سے کام لے رہا ہے اور دین میں رخنہ ڈالنا چاہتا ہے۔ مگر تم لوگ جو فتنہ کھڑا کرو گے اس سے بڑے فتنہ میں اللہ تعالیٰ تم کو ڈالے گا۔ میرے نزدیک تم ہرگز قابل التفات لوگ نہیں ہو جن لوگوں نے خلیفہ کو تمہاری نسبت لکھا انہوں نے غلطی کی۔ نہ تم سے کسی نفع کی امید کی جا سکتی ہے نہ نقصان کی۔ ان لوگوں نے حضرت معاویہؓ کی تمام نصائح سن کر کہا کہ ہم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم اپنے عہدہ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ حضرت معاویہؓ نے جواب دیا کہ اگر خلیفہ اور ائمۃ المسلمین کہیں تو میں آج الگ ہو جاتا ہوں تم لوگ ان معاملات میں دخل دینے والے کون ہو۔ میں تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس طریق کو چھوڑ دو اور نیکی اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام آپ کرتا ہے۔ اگر تمہاری رائے پر کام چلتے تو اسلام کا کام تباہ ہو جاتا۔ تم لوگ دراصل دین اسلام سے بیزار ہو۔ تمہارے دلوں میں اور ہے اور زبانوں پر اور۔ مگر اللہ تعالیٰ تمہارے ارادوں اور مخفی منصوبوں کو ایک دن ظاہر کر کے چھوڑے گا۔ غرض دیر تک حضرت معاویہؓ ان کو سمجھاتے رہے اور یہ لوگ اپنی بیہودگی میں بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ آخر لاجواب ہو کر حضرت معاویہؓ پر حملہ کر دیا اور ان کو مارنا چاہا۔ حضرت معاویہؓ نے ان کو ڈانٹا اور کہا یہ کوفہ نہیں شام ہے۔ اگر شام کے لوگوں کو معلوم ہؤا تو جس طرح سعید کے کہنے سے کوفہ کے لوگ چپ کر رہے تھے یہ خاموش نہ رہیں گے بلکہ عوام الناس جوش میں میرے قول کی بھی پرواہ نہیں کریں گے اور تمہاری تکہ بوٹی کر دیں گے۔ یہ کہہ کر حضرت معاویہؓ مجلس سے اٹھ گئے اور ان لوگوں کو شام سے واپس کوفہ بھیج دیا۔ اور حضرت عثمانؓ کو لکھ دیا کہ یہ لوگ بوجہ

اپنی حماقت اور جہالت کے قابل التفات ہی نہیں ہیں۔ ان کی طرف توجہ ہی نہیں کرنی چاہئے اور سعید والی کوفہ کو بھی لکھ دیا جاوے کہ ان کی طرف توجہ نہ کرے۔ یہ بے دین لوگ ہیں اسلام سے متنفر ہیں۔ اہل ذمہ کا مال لُوٹنا چاہتے ہیں اور فتنہ ان کی عادت ہے ان لوگوں میں اتنی طاقت نہیں کہ بِلا کسی دوسرے کی مدد کے خود کوئی نقصان پہنچا سکیں۔

حضرت معاویہؓ کی یہ رائے بالکل درست تھی مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے علاقہ سے باہر مصر میں چھپی ہوئی ایک روح ہے۔ جو ان سب لوگوں سے کام لے رہی ہے اور ان کا جاہل ہونا اور اُجڈ ہونا ہی اُس کے کام کے لئے مُمِدّ ہے۔

وہ لوگ جب دمشق سے نکلے تو انہوں نے کوفہ کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ وہاں کے لوگ ان کی شرارتوں سے واقف تھے۔ اور ان کو خوف تھا کہ وہاں ان کو نقصان پہنچے گا اور جزیرہ کی طرف چلے گئے۔ وہاں کے گورنر عبدالرحمٰن تھے جو اس مشہور سپہ سالار کے خلف الرشید تھے جو جرأت اور دلیری میں تمام دنیا کے لئے ایک روشن مثال قائم کر گیا ہے یعنی خالد بن ولید۔ جس وقت ان کو ان لوگوں کی آمد کا حال معلوم ہؤا تو انہوں نے فوراً ان کو بلوایا اور کہا میں نے تمہارے حالات سنے ہیں۔ خدا مجھے نامراد کرے اگر میں تم کو درست نہ کردوں۔ تم جانتے ہو کہ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس نے فتنہ ارتداد کو دور کیا تھا اور بڑی بڑی مشکلات سے کامیاب نکلا تھا۔ میں دیکھوں گا کہ تم جس طرح معاویہؓ اور سعیدؓ سے باتیں کیا کرتے تھے مجھ سے بھی کر سکتے ہو۔ سنو! اگر کسی شخص کے سامنے تم نے یہاں کوئی فتنہ کی بات کی تو پھر ایسی سزا دوں گا کہ تم یاد ہی رکھو گے یہ کہہ کر ان کو نظر بند کر دیا اور ہمیشہ اپنے ساتھ رہنے کا حکم دیا۔ جب سفر پر جاتے تو ان کو اپنے ساتھ پاپیادہ لے جاتے اور ان سے دریافت کرتے کہ اب تمہارا کیا حال ہے؟ جس کو نیکی درست نہیں کرتی اس کا علاج سزا ہوتی ہے۔ تم لوگ اب کیوں نہیں بولتے؟ وہ لوگ ندامت کا اظہار کرتے اور اپنی شرارت پر توبہ کرتے۔ اسی طرح کچھ مدت گزرنے پر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید نے خیال کیا کہ ان لوگوں کی اصلاح ہو گئی ہے اور ان میں سے ایک شخص مالک نامی کو حضرت عثمانؓ کی خدمت میں بھیجا کہ وہاں جا کر معافی مانگو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آیا اور توبہ کی اور اظہار ندامت کیا اور اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے معافی مانگی۔ انہوں نے ان کو معاف کر دیا اور ان سے دریافت کیا کہ وہ کہاں رہنا چاہتے ہیں مالک نے کہا کہ اب ہم عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس رہنا چاہتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت

دی اور وہ شخص واپس عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس چلا گیا۔

اس شخص کے عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس ہی رہنے کی خواہش سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اس کا دل ضرور صاف ہو چکا تھا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ایسے آدمی کے پاس جو شرارت کو ایک منٹ کے لئے روا نہ رکھتا تھا واپس جانے کی خواہش نہ کرتا۔ مگر بعد کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی توبہ بالکل عارضی تھی اور حضرت معاویہؓ کا یہ خیال درست تھا کہ یہ بے وقوف لوگ ہیں اور صرف ہتھیار بن کر کام کر سکتے ہیں

عبداللہ بن سبا اس عرصہ میں خاموش نہ بیٹھا ہؤا تھا بلکہ اس نے کچھ مدت سے یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ اپنے ایجنٹوں کو تمام علاقوں میں بھیجتا اور اپنے خیالات پھیلاتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص غیر معمولی عقل و دانش کا آدمی تھا۔ وہ احکام جو اس نے اپنے ایجنٹوں کو دیئے اس کے دماغ کی بناوٹ پر خوب روشنی ڈالتے ہیں۔ جب یہ اپنے نائب روانہ کرتا تو ان کو ہدایت دیتا کہ اپنے خیالات کو فوراً لوگوں کے سامنے نہ پیش کر دیا کرو بلکہ پہلے وعظ و نصیحت سے کام لیا کرو۔ اور شریعت کے احکام لوگوں کو سنایا کرو۔ اور اچھی باتوں کا حکم دیا کرو اور بری باتوں سے روکا کرو۔ جب لوگ تمہارا یہ طریق دیکھیں گے تو ان کے دل تمہاری طرف مائل ہو جائیں گے اور تمہاری باتوں کو شوق سے سنا کریں گے اور تم پر اعتبار پیدا ہو جائے گا۔ تب عمدگی سے ان کے سامنے اپنے خاص خیالات پیش کرو وہ بہت جلد قبول کر لیں گے۔ اور یہ بھی احتیاط رکھو کہ پہلے حضرت عثمانؓ کے خلاف باتیں نہ کرنا۔ بلکہ ان کے نائبوں کے خلاف لوگوں کے جوش کو بھڑکانا۔ اس سے اس کی غرض یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ سے خاص مذہبی تعلق ہونے کی وجہ سے لوگ ان کے خلاف باتیں سن کر بھڑک اٹھیں گے۔ لیکن امراء کے خلاف باتیں سننے سے ان کے مذہبی احساسات کو تحریک نہ ہو گی اس لئے ان کو قبول کر لیں گے۔ جب اس طرح ان کے دل سیاہ ہو جائیں گے اور ایک خاص پارٹی میں شمولیت کر لینے سے جو ضد پیدا ہو جاتی ہے وہ پیدا ہو جاوے گی تو پھر حضرت عثمانؓ کے خلاف ان کو بھڑکانا بھی آسان ہو گا۔

اس شخص نے جب یہ دیکھا کہ والیان صوبہ جات کی برائیاں جب کبھی بیان کی جاتی ہیں تو سمجھ دار لوگ ان کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے مشاہدہ کی بناء پر ان شکایات کو جھوٹا اور بے حقیقت جانتے ہیں اور ملک میں عام جوش نہیں پھیلتا۔ تو اس نے ایک اور خطرناک تدبیر اختیار کی اور وہ یہ کہ اپنے نائبوں کو حکم دیا کہ بجائے اس کے کہ ہر جگہ کے

گورنروں کو انہی کے علاقوں میں بدنام کرنے کی کوشش کریں ان کی برائیاں لکھ کر دوسرے علاقوں میں بھیجیں۔ کیونکہ دوسرے علاقوں کے لوگ اس جگہ کے حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے ان کی باتوں کو آسانی سے قبول کرلیں گے۔ چنانچہ اس مشورہ کے ماتحت ہر جگہ کے مفسد اپنے علاقوں کے حکام کی جھوٹی شکایات اور بناوٹی مظالم لکھ کر دوسرے علاقوں کے ہمدردوں کو بھیجتے اور وہ ان خطوں کو پڑھ کر لوگوں کو سناتے اور بوجہ غیر ممالک کے حالات سے ناواقفیت کے بہت سے لوگ ان باتوں کو سچ یقین کرلیتے اور افسوس کرتے کہ فلاں فلاں ملک کے ہمارے بھائی سخت مصیبتوں میں مبتلاء ہیں اور ساتھ شکر بھی کرتے کہ خدا کے فضل سے ہمارا والی اچھا ہے ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ اور یہ نہ جانتے کہ دوسرے ممالک کے لوگ اپنے آپ کو آرام میں اور ان کو دکھ میں سمجھتے اور اپنی حالت پر شکر اور ان کی حالت پر افسوس کرتے ہیں۔ مدینہ کے لوگوں کو چونکہ چاروں اطراف سے خطوط آتے تھے۔ ان میں سے جو لوگ ان خطوط کو صحیح تسلیم کرلیتے وہ یہ خیال کرلیتے کہ شاید سب ممالک میں ظلم ہی ہو رہا ہے اور مسلمانوں پر سخت مصائب ٹوٹ رہے ہیں غرض عبد اللہ بن سبا کا یہ فریب بہت کچھ کارگر ثابت ہؤا۔ اور اسے اس ذریعہ سے ہزاروں ایسے ہمدرد مل گئے جو بغیر اس تدبیر کے ملنے مشکل تھے۔

جب یہ شورش حد سے بڑھنے لگی۔ اور صحابہؓ کرام کو بھی ایسے خطوط ملنے لگے جن میں گورنروں کی شکایات درج ہوتی تھیں تو انہوں نے مل کر حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو رپورٹیں مجھے آتی ہیں وہ تو خیرو عافیت ہی ظاہر کرتی ہیں۔ صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اس اس مضمون کے خطوط باہر سے آتے ہیں اس کی تحقیق ہونی چاہئے۔ حضرت عثمانؓ نے اس پر ان سے مشورہ طلب کیا کہ تحقیق کس طرح کی جاوے۔ اور ان کے مشورہ کے مطابق اسامہ بن زید کو بصرہ کی طرف محمد بن مسلم کو کوفہ کی طرف عبد اللہ بن عمرؓ کو شام کی طرف عمار بن یاسر کو مصر کی طرف بھیجا کہ وہاں کے حالات کی تحقیق کرکے رپورٹ کریں کہ آیا واقع میں امراء رعیت پر ظلم کرتے ہیں اور تعدّی سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کے حقوق مار لیتے ہیں۔ اور ان چاروں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی متفرق بلاد کی طرف بھیجے تاکہ وہاں کے حالات سے اطلاع دیں۔ (طبری جلد نمبر ۶ صفحہ ۲۹۴۳ مطبوعہ بیروت)

یہ لوگ گئے اور تحقیق کے بعد واپس آکر ان سب نے رپورٹ کی کہ سب جگہ امن ہے

اور مسلمان بالکل آزادی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان کے حقوق کو کوئی تلف نہیں کرتا اور حکام عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں۔ مگر عمار بن یاسر نے دیر کی اور ان کی کوئی خبر نہ آئی عمار بن یاسر نے کیوں دیر کی اس کا ذکر تو پھر کروں گا۔ پہلے میں اس تحقیقی وفد اور اس کی تحقیق کی اہمیت کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس وفد کے حالات کو اچھی طرح سمجھ لینے سے اس فتنہ کی اصل حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ سب سے پہلی بات جو قابل غور ہے یہ ہے کہ اس وفد کے تینوں سرکردہ جو لوٹ کر آئے اور جنہوں نے آکر رپورٹ دی وہ کس پایہ کے آدمی تھے۔ کیونکہ تحقیق کرنے والے آدمیوں کی حیثیت سے اس تحقیق کی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس وفد میں ایسے لوگ بھیجے جاتے جو حضرت عثمانؓ یا آپ کے نُوّاب سے کوئی غرض رکھتے یا جن کی دینی و دنیاوی حیثیت اس قدر اعلیٰ اور ارفع نہ ہوتی کہ وہ حکام سے خوف کھاویں یا کوئی طمع رکھیں تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ لوگ کسی لالچ یا خوف کے باعث حقیقت کے بیان کرنے سے اعراض کر گئے۔ مگر ان لوگوں پر اس قسم کا اعتراض ہرگز نہیں پڑ سکتا اور ان لوگوں کو اس کام کے لئے منتخب کر کے حضرت عثمانؓ نے اپنی نیک نیتی کا ایک بیّن ثبوت دے دیا ہے۔ اسامہ جن کو بصرہ کی طرف بھیجا گیا تھا وہ شخص ہے کہ جو نہ صرف یہ کہ اول المؤمنین حضرت زیدؓ کے لڑکے ہیں بلکہ رسول کریم ﷺ کے بڑے مقربین اور پیاروں میں سے ہیں۔ اور آپ ہی وہ شخص ہیں جن کو رسول کریم ﷺ نے اس لشکر عظیم کی سپہ سالاری عطا کی جسے آپ اپنی مرض موت میں تیار کرا رہے تھے اور اس میں حضرت عمرؓ جیسے بڑے بڑے صحابیوںؓ کو آپ کے ماتحت کیا اور آنحضرت ﷺ کا یہ انتخاب صرف دلداری کے طور پر ہی نہ تھا بلکہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ وہ بڑے بڑے کاموں کے اہل تھے۔ رسول کریم ﷺ ان سے اس قدر محبت کرتے کہ دیکھنے والے فرق نہ کر سکتے تھے کہ آپ ان کو زیادہ چاہتے ہیں یا حضرت امام حسن کو۔ محمد بن مسلم بھی جن کو کوفہ بھیجا گیا جلیل القدر صحابہؓ میں سے تھے اور صحابہؓ میں خاص عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور نہایت صاحب رسوخ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جن کو شام کی طرف روانہ کیا گیا ایسے لوگوں میں سے ہیں جن کے تعارف کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ سابق بالعہد مسلمانوں میں سے تھے۔ اور زہد و تقوی اللہ میں آپ کی وہ شان تھی کہ اکابر صحابہؓ بھی آپ کی ان خصوصیات کی وجہ سے آپ کا خاص

ادب کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کے بعد اگر کسی صحابی پر صحابہؓ اور دوسرے بزرگوں کی نظر خلافت کے لئے پڑی تو آپؓ پر پڑی۔ مگر آپ نے دنیا سے علیحدگی کو اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ شعائر دینیہ کے لئے آپ کو اس قدر غیرت تھی کہ بعض دفعہ آپ نے خود عمر بن الخطابؓ سے بڑی سختی سے بحث کی۔ غرض حق گوئی میں آپ ایک کھنچی ہوئی تلوار تھے۔ آپ کا انتخاب شام کے لئے نہایت ہی اعلیٰ انتخاب تھا۔ کیونکہ بوجہ اس کے کہ حضرت معاویہؓ دیر سے شام کے حاکم تھے اور وہاں کے لوگوں پر ان کا بہت رعب تھا اور بوجہ ان کی ذکاوت کے ان کے انتظام کی تحقیق کرنا کسی معمولی آدمی کا کام نہ تھا۔ اس جگہ کسی دوسرے آدمی کا بھیجا جانا فضول تھا۔ اور لوگوں کو اس کی تحقیق پر تسلی بھی نہ ہوتی مگر آپ کی سبقت ایمانی اور غیرت اسلامی اور حریت اور تقویٰ و زہد ایسے کمالات تھے کہ ان کے سامنے معاویہؓ دم نہ مار سکتے تھے اور نہ ایسے شخص کی موجودگی میں حضرت معاویہؓ کا رعب کسی شخص پر پڑ سکتا تھا۔

غرض جو لوگ تحقیق کے لئے بھیجے گئے تھے وہ نہایت عظیم الشان اور بے تعلق لوگ تھے اور ان کی تحقیق پر کسی شخص کو اعتراض کی گنجائش حاصل نہیں پس ان تینوں صحابہؓ کا مع ان دیگر آدمیوں کے جو دوسرے بلاد میں بھیجے گئے متفقہ طور پر فیصلہ دینا کہ ملک میں بالکل امن و امان ہے۔ ظلم و تعدّی کا نام و نشان نہیں۔ حکام عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں اور اگر ان پر کوئی الزام ہے تو یہ کہ لوگوں کو حدود کے اندر رہنے پر مجبور کرتے ہیں ایک ایسا فیصلہ ہے جس کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب فساد چند شریر النفس آدمیوں کی شرارت و عبداللہ بن سبا کی انگیخت کا نتیجہ تھا۔ ورنہ حضرت عثمانؓ اور ان کے نواب ہر قسم کے اعتراضات سے پاک تھے۔

حق یہی ہے کہ یہ سب شورش ایک خفیہ منصوبہ کا نتیجہ تھی جس کے اصل بانی یہودی تھے۔ جن کے ساتھ طمع دنیاوی میں مبتلاء بعض مسلمان جو دین سے نکل چکے تھے شامل ہو گئے تھے ورنہ امرائے بلاد کا نہ کوئی قصور تھا نہ وہ اس فتنہ کے باعث تھے۔ ان کا صرف اسی قدر قصور تھا کہ ان کو حضرت عثمانؓ نے اس کام کے لئے مقرر کیا تھا اور حضرت عثمانؓ کا یہ قصور تھا کہ باوجود پیرانہ سالی اور نقاہت بدنی کے اتحاد اسلام کی رسی کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے بیٹھے تھے اور امت اسلامیہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے تھے اور شریعت اسلام کے قیام کی فکر رکھتے تھے۔ اور متمردین اور ظالموں کو اپنی حسب خواہش کمزوروں اور بے وارثوں پر ظلم و

تعدی کرنے نہ دیتے تھے چنانچہ اس امر کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ کوفہ میں انہی فساد چاہنے والوں کی ایک مجلس بیٹھی اور اس میں افساد امر المسلمین پر گفتگو ہوئی تو سب لوگوں نے بالاتفاق یہی رائے دی لَا وَاللّٰهِ لَا یَرْفَعُ رَأْسٌ مَادَامَ عُثْمَانُ عَلَى النَّاسِ یعنی کوئی شخص اس وقت تک سر نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ عثمانؓ کی حکومت ہے۔ عثمانؓ ہی کا ایک وجود تھا جو سرکشی سے باز رکھے ہوئے تھا۔ اس کا درمیان سے ہٹانا آزادی سے اپنی مرادیں پوری کرنے کے لئے ضروری تھا۔

میں نے بتایا تھا کہ عمار بن یاسر جن کو مصر کی طرف روانہ کیا گیا تھا وہ واپس نہیں آئے۔ ان کی طرف سے خبر آنے میں اس قدر دیر ہوئی کہ اہل مدینہ نے خیال کیا کہ کہیں مارے گئے ہیں۔ مگر اصل بات یہ تھی کہ وہ اپنی سادگی اور سیاست سے ناواقفیت کی وجہ سے ان مفسدوں کے پنجہ میں پھنس گئے تھے جو عبداللہ بن سبا کے شاگرد تھے۔ مصر میں چونکہ خود عبداللہ بن سبا موجود تھا اور وہ اس بات سے غافل نہ تھا کہ اگر اس تحقیقاتی وفد نے تمام ملک میں امن وامان کا فیصلہ دیا تو تمام لوگ ہمارے مخالف ہو جاویں گے اس وفد کے بھیجے جانے کا فیصلہ ایسا اچانک ہؤا تھا کہ دوسرے علاقوں میں وہ کوئی انتظام نہیں کر سکا تھا۔ مگر مصر کا انتظام اس کے لئے آسان تھا جونہی عمار بن یاسر مصر میں داخل ہوئے اس نے ان کا استقبال کیا۔ اور والی مصر کی برائیاں اور مظالم بیان کرنے شروع کئے۔ وہ اس کے لسانی سحر کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور بجائے اس کے کہ ایک عام بے لوث تحقیق کرتے۔ والی مصر کے پاس گئے ہی نہیں اور نہ عام تحقیق کی بلکہ اسی مفسد گروہ کے ساتھ چلے گئے اور انہی کے ساتھ مل کر اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔

صحابہؓ میں سے اگر کوئی شخص اس مفسد گروہ کے پھندے میں پھنسا ہؤا یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے تو وہ صرف عمار بن یاسر ہیں۔ ان کے سوا کوئی معروف صحابیؓ اس حرکت میں شامل نہیں ہؤا۔ اور اگر کسی کی شمولیت بیان کی گئی ہے تو دوسری روایات سے اس کا رد بھی ہو گیا ہے۔ عمار بن یاسر کا ان لوگوں کے دھوکے میں آجانا ایک خاص وجہ سے تھا اور وہ یہ کہ جب وہ مصر پہنچے تو وہاں پہنچتے ہی بظاہر ثقہ نظر آنے والے اور نہایت طرّار و لسّان لوگوں کی ایک جماعت ان کو ملی جس نے نہایت عمدگی سے ان کے پاس والی مصر کی شکایات بیان کرنی شروع کیں۔ اتفاقاً والی مصر ایک ایسا شخص تھا جو کبھی رسول کریم ﷺ کا سخت مخالف رہ چکا تھا اور اس کی

نسبت آپ نے فتح مکہ کے وقت حکم دیا تھا کہ خواہ خانہ کعبہ ہی میں کیوں نہ ملے اسے قتل کر دیا جائے۔ اور گو بعد میں آپ نے اسے معاف کر دیا مگر اس کی پہلی مخالفت کا بعض صحابہؓ کے دل پر جن میں عمار بھی شامل تھے اثر باقی تھا پس ایسے شخص کے خلاف باتیں سن کر عمار بہت جلد متأثر ہو گئے اور ان الزامات کو جو اس پر لگائے جاتے تھے صحیح تسلیم کر لیا اور احساس طبعی سے فائدہ اٹھا کر سبائی یعنی عبداللہ بن سبا کے ساتھی اس کے خلاف اس بات پر خاص زور دیتے تھے۔ پس حضرت عثمانؓ کی نیک نیتی اور اخلاص کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ باوجود اس کے کہ سوائے ایک شخص کے سب وفدوں نے حکام کی بریت کا فیصلہ دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس ایک مخالف رائے کی قدر کر کے ایک خط تمام علاقوں کے لوگوں کی طرف بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں جب سے خلیفہ ہؤا ہوں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر میرا عمل ہے اور میرے رشتہ داروں کا عام مسلمانوں سے زیادہ کوئی حق نہیں۔ مگر مجھے مدینے کے رہنے والے بعض لوگوں سے معلوم ہؤا ہے کہ حکام لوگوں کو مارتے اور گالیاں دیتے ہیں اس لئے میں اس خط کے ذریعے سے عام اعلان کرتا ہوں کہ جس کسی کو خفیہ طور پر گالی دی گئی ہو یا پیٹا گیا ہو وہ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں مجھ سے ملے اور جو کچھ اس پر ظلم ہؤا ہو خواہ میرے ہاتھوں سے خواہ میرے عاملوں کے ذریعے سے اس کا بدلہ وہ مجھ سے اور میرے نائبوں سے لے لے یا معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو اپنے پاس سے جزاء دیتا ہے۔ یہ مختصر لیکن دردناک خط جس وقت تمام ممالک میں منبروں پر پڑھا گیا تو عالم اسلام ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہل گیا اور سامعین بے اختیار رو پڑے اور سب نے حضرت عثمانؓ کے لئے دعائیں کیں اور ان فتنہ پردازوں پر جو اس ملت اسلام کے درد رکھنے والے اور اس کا بوجھ اٹھانے والے انسان پر حملہ کر رہے تھے اور اس کو دکھ دے رہے تھے اظہار افسوس کیا گیا۔ (طبری جلد نمبر ۶ صفحہ ۲۹۴۴ مطبوعہ بیروت)

حضرت عثمانؓ نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اپنے عُمّال کو ان الزامات کے جواب دینے کے لئے جو ان پر لگائے جاتے تھے خاص طور پر طلب کیا۔ جب سب والی جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ لوگوں کے خلاف الزام لگائے جاتے ہیں۔ مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں یہ باتیں درست ہی نہ ہوں۔ اس پر ان سب نے جواب میں عرض کیا کہ آپ نے معتبر آدمیوں کو بھیج کر دریافت کرا لیا ہے کہ کوئی ظلم نہیں ہوتا۔ نہ خلاف شریعت کوئی کام ہوتا

ہے۔ اور آپ کے بھیجے ہوئے معتبروں نے سب لوگوں سے حالات دریافت کئے۔ ایک شخص بھی ان کے سامنے آکر ان شکایات کی صحت کا جو بیان کی جاتی ہیں مدعی نہیں ہوا۔ پھر شک کی کیا گنجائش ہے۔ خدا کی قسم ہے کہ ان لوگوں نے سچ سے کام نہیں لیا اور نہ تقوی اللہ سے کام لیا ہے۔ اور ان کے الزامات کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایسی بے بنیاد باتوں پر گرفت جائز نہیں ہو سکتی نہ ان پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ پھر مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جاوے۔ اس پر مختلف مشورے آپ کو دیئے گئے۔ جن سب کا ماحصل یہی تھا کہ آپ سختی کے موقع پر سختی سے کام لیں اور ان فسادیوں کو اس قدر ڈھیل نہ دیں۔ اس سے ان میں اور دلیری پیدا ہوتی ہے۔ شریر صرف سزا سے ہی درست ہو سکتا ہے نرمی اسی سے کرنی چاہئے جو نرمی سے فائدہ اٹھائے۔ حضرت عثمانؓ نے سب کا مشورہ سن کر فرمایا۔ جن فتنوں کی خبر رسول کریم ﷺ دے چکے ہیں وہ تو ہو کر رہیں گے ہاں نرمی سے اور محبت سے ان کو ایک وقت تک روکا جا سکتا ہے۔ پس میں سوائے حدود اللہ کے ان لوگوں سے نرمی ہی سے معاملہ کروں گا تاکہ کسی شخص کی میرے خلاف حجت حقہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے لوگوں سے بھلائی میں کوئی کمی نہیں کی۔ مبارک ہو عثمانؓ کے لئے اگر وہ فوت ہو جاوے اور فتنوں کا سیلاب جو اسلام پر آنے والا ہے وہ ابھی شروع نہ ہؤا ہو۔ پس جاؤ اور لوگوں سے نرمی سے معاملہ کرو اور ان کے حقوق ان کو دو اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرو۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کو کوئی توڑے تو ایسے شخصوں سے نرمی اور عفو کا معاملہ نہ کرو۔

حج سے واپسی پر حضرت معاویہؓ بھی حضرت عثمانؓ کے ساتھ مدینہ آئے کچھ دن ٹھہر کر آپ واپس جانے لگے تو آپ نے حضرت عثمانؓ سے علیحدہ مل کر درخواست کی کہ فتنہ بڑھتا معلوم ہوتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں اس کے متعلق کچھ عرض کروں۔ آپ نے فرمایا کہو۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اول میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ شام چلے چلیں کیونکہ شام میں ہر طرح سے امن ہے اور کسی قسم کا فساد نہیں ایسا نہ ہو کہ یک دم کسی قسم کا فساد اٹھے اور اس وقت کوئی انتظام نہ ہو سکے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو جواب دیا کہ میں رسول کریم ﷺ کی ہمسائیگی کو کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتا خواہ جسم کی دھجیاں اڑا دی جائیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا کہ پھر دوسرا مشورہ یہ ہے کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں ایک دستہ شامی فوج کا آپ

کی حفاظت کے لئے بھیج دوں۔ ان لوگوں کی موجودگی میں کوئی شخص شرارت نہیں کر سکے گا حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ نہ میں عثمانؓ کی جان کی حفاظت کے لئے اس قدر بوجھ بیت المال پر ڈال سکتا ہوں اور نہ یہ پسند کر سکتا ہوں کہ مدینہ کے لوگوں کو فوج رکھ کر تنگی میں ڈالوں۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے عرض کی کہ پھر تیسری تجویز یہ ہے کہ صحابہؓ کی موجودگی میں لوگوں کو جرأت ہے کہ اگر عثمانؓ نہ رہے تو ان میں سے کسی کو آگے کھڑا کر دیں گے۔ ان لوگوں کو مختلف ملکوں میں پھیلا دیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کو رسول کریم ﷺ نے جمع کیا ہے میں ان کو پراگندہ کردوں۔ اس پر معاویہؓ رو پڑے اور عرض کی کہ اگر ان تدابیر میں سے جو آپ کی حفاظت کے لئے میں نے پیش کی ہیں آپ کوئی بھی قبول نہیں کرتے تو اتنا تو کیجئے کہ لوگوں میں اعلان کر دیجئے کہ اگر میری جان کو کوئی نقصان پہنچے تو معاویہؓ کو میرے قصاص کا حق ہو گا۔ شاید لوگ اس سے خوف کھا کر شرارت سے باز رہیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ معاویہؓ! جو ہونا ہے ہو کر رہے گا میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کی طبیعت سخت ہے ایسا نہ ہو آپ مسلمانوں پر سختی کریں اس پر حضرت معاویہؓ روتے ہوئے آپ کے پاس سے اٹھے اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ آخری ملاقات ہو۔ اور باہر نکل کر صحابہؓ سے کہا کہ اسلام کا دارومدار آپ لوگوں پر ہے حضرت عثمانؓ اب بالکل ضعیف ہو گئے ہیں اور فتنہ بڑھ رہا ہے آپ لوگ ان کی نگہداشت رکھیں۔ یہ کہہ کر معاویہؓ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

صوبہ جات کے عُمّال کا اپنے اپنے علاقوں سے غائب رہنا ایسا موقع نہ تھا جسے عبداللہ بن سبا یونہی جانے دیتا۔ اس نے فوراً چاروں طرف ڈاک دوڑا دی کہ یہ موقع ہے اس وقت ہمیں کچھ کرنا چاہئے ایک دن مقرر کرکے یکدم اپنے اپنے علاقہ کے امراء پر حملہ کر دیا جائے مگر ابھی مشورے ہی ہو رہے تھے کہ امراء واپس آگئے۔ دوسری جگہوں کے سبائی تو مایوس ہو گئے مگر کوفہ کے سبائی (یعنی عبداللہ بن سبا کے ساتھی) جو پہلے بھی عملی فساد میں سب سے آگے قدم رکھنے کے عادی تھے انہوں نے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ یزید بن قیس نامی ایک شخص نے مسجد کوفہ میں جلسہ کیا اور اعلان کیا کہ اب حضرت عثمانؓ کو خلافت سے علیحدہ کر دینا چاہئے۔ قعقاع بن عمروؓ جو اس جگہ کی چھاؤنی کے افسر تھے انہوں نے سنا تو آکر اسے گرفتار کرنا چاہا۔ وہ ان کے سامنے عذر کرنے لگا کہ میں تو اطاعت سے باہر نہیں ہوں۔ ہم لوگ تو اس لئے جمع

ہوئے تھے کہ سعید بن العاص کے متعلق جلسہ کر کے درخواست کریں کہ اس کو یہاں سے بلوایا جائے اور کوئی اور افسر مقرر کیا جاوے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے لئے جلسوں کی ضرورت نہیں۔ اپنی شکایات لکھ کر حضرت عثمانؓ کی طرف بھیج دو۔ وہ کسی اور شخص کو والی مقرر کر کے بھیج دیں گے۔ اس میں مشکل کون سی ہے۔ یہ بات انہوں نے اس لئے کہی کہ زمانہ خلفاءؓ میں لوگوں کے آرام کے خیال سے جب والیوں کے خلاف کوئی تکلیف ہوتی تھی تو اکثر ان کو بدل دیا جاتا تھا۔ قعقاع کا یہ جواب سن کر یہ لوگ بظاہر منتشر ہو گئے مگر خفیہ طور پر منصوبہ کرتے رہے۔ آخر یزید بن قیس نے جو اس وقت کوفہ میں سبائیوں کا رئیس تھا ایک آدمی کو خط دے کر حمص کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ ان لوگوں کو جو کوفہ سے جلاوطن کئے گئے تھے اور جن کا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے وہ بلا لائے۔ وہ خط لے کر ان لوگوں کے پاس گیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا کہ اہل مصر ہمارے ساتھ مل گئے ہیں اور موقع بہت اچھا ہے یہ خط پہنچتے ہی ایک منٹ کی دیر نہ کرو اور واپس آجاؤ۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ خلیفہ وقت سابق بالایمان رسول کریم ﷺ کے داماد کے خلاف جوش ظاہر کرنے والے اور اس پر عیب لگانے والے وہ لوگ ہیں جو خود نمازوں کے تارک ہیں۔ کیا ہو سکتا ہے کہ اسلام کے لئے غیرت صرف بے دینوں میں پیدا ہو؟ اگر واقع میں حضرت عثمانؓ یا ان کے والیوں میں کوئی نقص ہوتا۔ کوئی بات خلاف شریعت ہوتی کوئی کمزوری ہوتی تو اس کے خلاف جوش کا اظہار کرنے والے علیؓ ' طلحہ ' زبیرؓ ' سعد بن الوقاص ' عبداللہ بن عمرؓ ' اسامہ بن زید ' عبداللہ بن عباس ' ابو موسیٰ اشعری ' حذیفہ بن الیمان ' ابو ہریرہ ' عبداللہ بن سلام ' عبادہ بن صامت ' اور محمد بن مسلمہ رضوان اللہ علیہم ہوتے نہ کہ یزید بن قیس اور اشتر۔

یہ خط لے کر نامہ بر جزیرہ پہنچا اور جلاوطنان اہل کوفہ کے سپرد کر دیا۔ جب انہوں نے اس خط کو پڑھا تو سوائے اشتر کے سب نے ناپسند کیا۔ کیونکہ وہ عبدالرحمٰن بن خالد کے ہاتھ دیکھ چکے تھے۔ مگر اشتر جو مدینہ میں جا کر حضرت عثمانؓ سے معافی مانگ کر آیا تھا اس کی توبہ قائم نہ رہی اور اسی وقت کوفہ کی طرف چل پڑا۔ جب اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اشتر واپس چلا گیا تو وہ ڈرے کہ عبدالرحمٰن ہماری بات پر یقین نہ کریں گے اور سمجھیں گے کہ یہ سب کام ہمارے مشورہ سے ہوا ہے۔ اس خوف سے وہ بھی نکل بھاگے جب عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کو

معلوم ہؤا تو انہوں نے پیچھے آدمی بھیجے مگران کے آدمی ان کو پکڑ نہ سکے مالک الاشتر منزلوں پر منزلیں مارتا ہؤا کوفہ پہنچا خالی ہاتھ شہر میں گھسنا اس نے اپنی عزت کے خلاف سمجھا۔ یہ جزیرہ سے آنے والا شخص جو اپنے ساتھیوں سے ملنے کے لئے دو دو منزلوں کی ایک منزل کرتا چلا آیا تھا۔ اپنے مدینہ سے آنے کا اعلان کرنے لگا اور لوگوں کو جوش دلانے کے لئے کہنے لگا کہ میں ابھی سعید بن العاص سے جدا ہؤا ہوں۔ ان کے ساتھ ایک منزل ہم سفر رہا ہوں۔ وہ علی الاعلان کہتا ہے کہ میں کوفہ کی عورتوں کی عصمتوں کو خراب کروں گا اور کہتا ہے کہ کوفہ کی جائدادیں قریش کا مال ہیں۔ اور یہ شعر فخریہ پڑھتا ہے ؎

وَيْلٌ لِاَشْرَافِ النِّسَآءِ مِنِّىْ صَمَحْمَحٌ كَاَنَّنِىْ مِنْ جِنِّ

(طبری جلد ۶ صفحہ ۲۹۲۹ مطبوعہ بیروت)

شریف عورتیں میرے سبب سے مصیبت میں مبتلاء ہوں گی۔ میں ایک ایسا مضبوط آدمی ہوں گویا جنات میں سے ہوں اس کی ان باتوں سے عامۃ الناس کی عقل ماری گئی۔ اور انہوں نے اس کی باتوں پر یقین کر لیا اور آناً فاناً ایک جوش پھیل گیا۔ عقل مندوں اور داناؤں نے بہت سمجھایا کہ یہ ایک فریب ہے اس فریب میں تم نہ آؤ۔ مگر عوام کے جوش کو کون روکے ان کی بات ہی کوئی نہ سنتا تھا۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ جو چاہتا ہے کہ سعید بن العاص والی کوفہ کی واپسی اور کسی اور والی کے تقرر کا مطالبہ کرے۔ اسے چاہئے کہ فوراً یزید بن قیس کے ہمراہ ہو جائے اس اعلان پر لوگ دوڑ پڑے اور مسجد میں سوائے داناؤں' شریف آدمیوں اور رؤساء کے اور کوئی نہ رہا۔ عمر بن الجرید' سعید کی غیر حاضری میں ان کے قائمقام تھے۔ انہوں نے جو لوگ باقی رہ گئے تھے ان میں وعظ کہنا شروع کیا کہ اے لوگو! خدا تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ ہم دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دلوں میں اتحاد پیدا کیا اور تم بھائی بھائی ہو گئے۔ تم ایک ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے خدا تعالیٰ نے تم کو اس سے بچایا پس اس مصیبت میں اپنے آپ کو نہ ڈالو۔ جس سے خدا تعالیٰ نے تم کو بچایا تھا۔ کیا اسلام اور ہدایت الٰہی اور سنت رسول کریم ﷺ کے بعد تم لوگ حق کو نہیں پہچانتے اور حق کے دروازہ کی طرف نہیں آتے؟ اس پر قعقاع بن عمروؓ نے ان سے کہا کہ آپ وعظ سے اس فتنہ کو روکنا چاہتے ہیں یہ امید نہ رکھیں۔ ان شورشوں کو تلوار کے سوا کوئی چیز نہیں روک سکتی اور وہ زمانہ بعید نہیں کہ تلوار بھی کھینچی جائے گی۔ اس وقت یہ لوگ بکری کے بچوں کی طرح

چیخیں گے اور خواہش کریں گے کہ یہ زمانہ پھر لوٹ آوے مگر پھر خدا تعالیٰ قیامت تک یہ نعمت ان کی طرف نہ لوٹائے گا۔ عوام الناس شہر کے باہر جمع ہوئے اور مدینہ کا رخ کیا اور سعید بن العاص کا انتظار کرنے لگے۔ جب وہ سامنے آئے تو ان سے کہا کہ آپ واپس چلے جاویں ہمیں آپ کی ضرورت نہیں۔ سعید نے کہا کہ یہ بھی کوئی دانائی ہے کہ اس قدر آدمی جمع ہو کر اس کام کے لئے باہر نکلے ہو۔ ایک آدمی کے روکنے کے لئے ہزار آدمی کی کیا ضرورت تھی۔ یہی کافی تھا کہ تم ایک آدمی خلیفہ کی طرف بھیج دیتے اور ایک آدمی میری طرف روانہ کر دیتے۔ یہ کہہ کر انہوں نے تو اپنی سواری کو ایڑی لگائی اور مدینہ کی طرف واپس لوٹ گئے تا کہ حضرت عثمانؓ کو خبردار کر دیں۔ اور یہ لوگ حیران رہ گئے اتنے میں ان کا ایک غلام نظر آیا اس کو ان لوگوں نے قتل کر دیا۔

سعید بن العاص نے مدینہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ کو اس تمام فتنہ سے اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ میرے خلاف اٹھے ہیں سعید نے کہا کہ وہ ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ والی بدلایا جاوے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ وہ کسے چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا ابو موسیٰ اشعریؓ کو پسند کرتے ہیں۔

ابو موسیٰ اشعریؓ کا والی کوفہ مقرر ہونا

حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہم نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو کوفہ کا والی مقرر کر دیا۔ اور خدا کی قسم ہے ان لوگوں کو عذر کا کوئی موقع نہ دوں گا اور کوئی دلیل ان کے ہاتھوں میں نہیں آنے دوں گا اور ان کی باتوں پر آنحضرت ﷺ کے حکم کے ماتحت صبر کروں گا یہاں تک کہ وہ وقت آجاوے جس کا یہ ارادہ کرتے ہیں یعنی عثمانؓ کے علیحدہ کرنے کا۔ اس فتنہ نے ظاہر کر دیا کہ یہ لوگ جھوٹ اور فریب سے کسی قسم کا پرہیز نہیں رکھتے تھے۔

مفسدوں کی سازشوں کا انکشاف

مالک الاشتر کا جزیرہ سے بھاگے چلے آنا اور مدینہ سے آنے کا اظہار کرنا۔ سعید بن العاص پر جھوٹا الزام لگانا اور شرمناک باتیں اپنے پاس سے بنا کر ان کی طرف منسوب کرنا ایسے امور نہیں ہیں جو ان مفسدوں کے اصل ارادوں اور مخفی خواہشوں کو چھپا رہنے دیں۔ بلکہ ان باتوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے بالکل کورے تھے۔ اسلام جھوٹ کو جائز نہیں قرار دیتا اور فریب کا روادار نہیں۔ اتہام لگانا اسلام میں ایک سخت جرم ہے۔ مگر یہ اسلام کی محبت ظاہر کرنے

والے اور اس کے لئے غیرت کا اظہار کرنے والے جھوٹ بولتے ہیں۔ اتہام لگاتے ہیں اور ان کاموں سے ان کو کوئی عار نہیں معلوم ہوتی۔ پس ایسے لوگوں کا حضرت عثمانؓ کے خلاف شور مچانا ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ کسی حقیقی نقص کی وجہ سے یہ شورش نہیں تھی بلکہ اسلام سے دوری اور بے دینی کا نتیجہ ہے۔

دوسرا استنباط اس واقعہ سے یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے برخلاف ایک بھی واجبی شکایت نہ تھی کیونکہ اگر واقعہ میں کوئی شکایت ہوتی تو ان کو جھوٹ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ جھوٹی شکایات کا بنانا ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ ان لوگوں کو حقیقی شکایات نہ تھیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اشتر کے آنے سے پہلے جب یزید نے جلسہ کیا ہے تو اس وقت صرف چند سپاہی لوگ ہی اس جلسہ میں شریک ہوئے تھے اور قعقاع کے روکنے پر یہ لوگ ڈر گئے اور جلسہ کرنا انہوں نے موقوف کر دیا تھا۔ مگر اسی مہینہ کے اندر اندر ہم دیکھتے ہیں کہ اشتر کے جھوٹ سے متأثر ہو کر کوفہ کے عامۃ الناس کا ایک کثیر گروہ ان لوگوں کے ساتھ مل کر سعید کو روکنے اور دوسرے والی کے طلب کرنے کے لئے کوفہ سے نکل پڑا۔ یہ امر اس بات کی شہادت ہے کہ پہلے لوگ ان کی باتوں میں نہ آتے تھے۔ کیونکہ ان کے پاس ان کو جوش دلانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اشتر نے جب ایسا ذریعہ ایجاد کیا جو لوگوں کی غیرت کو بھڑکانے والا تھا تو عامۃ الناس کا ایک حصہ فریب میں آ گیا اور ان کے ساتھ مل گیا۔

اس فتنہ کے اظہار سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ان لوگوں کی اصل مخالفت حضرت عثمانؓ سے تھی نہ کہ ان کے عُمّال سے۔ کیونکہ ابتداء یہ لوگ آپ کے ہی خلاف جوش بھڑکانا چاہتے تھے مگر جب دیکھا کہ لوگ اس بات میں ان کے شریک نہیں ہو سکتے بلکہ ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ تب امراء کے خلاف جوش بھڑکانا شروع کر دیا۔ ایک جماعت کثیر کے ساتھ مدینہ کی طرف رخ کرنا بھی ثابت کرتا ہے کہ ان کی نیت حضرت عثمانؓ کے متعلق اچھی نہ تھی۔ سعید بن العاصؓ کے آزاد کردہ غلام کو بلاوجہ قتل کر دینے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے مقاصد کے پورا کرنے کے لئے ان لوگوں کو کسی جرم کے ارتکاب سے اجتناب نہ تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ لوگ اس بات کو محسوس کرنے لگ گئے تھے کہ اگر چندے اور دیر ہوئی تو امت اسلامیہ پوری طرح ہمارے فتنہ کی اہمیت سے آگاہ ہو جاوے گی۔ اس لئے وہ جس طرح بھی ہو اپنے مدعا کو جلد سے جلد پورا کرنے کی فکر میں تھے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے اپنی

دانائی سے ایک دفعہ پھر ان کے عذرات کو توڑ دیا اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو والی مقرر کرکے فوراً ان لوگوں کو اطلاع دی۔ سعید بن العاص کے واپس چلے جانے اور ان کے ارادوں سے اہل مدینہ کو اطلاع دے دینے سے ان کی امیدوں پر پہلے ہی پانی پھر چکا تھا اور یک دم مدینہ پر قبضہ کر لینے کے منصوبے جو سوچ رہے تھے باطل ہو چکے تھے اور یہ لوگ واپس ہونے پر مجبور ہو چکے تھے۔ اب ابو موسیٰ اشعریؓ کے والی مقرر ہونے پر ان کے عذرات بالکل ہی ٹوٹ گئے۔ کیونکہ یہ لوگ ایک مدت سے ان کی ولایت کے طالب تھے۔

ابو موسیٰ اشعریؓ کو جب معلوم ہؤا کہ ان کو کوفہ کا والی مقرر کیا گیا ہے تو انہوں نے سب لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ اے لوگو! ایسے کاموں کے لئے پھر کبھی نہ نکلنا اور جماعت اور اطاعت کو اختیار کرو اور صبر سے کام لو اور جلد بازی سے بچو۔ کیونکہ اب تم میں ایک امیر موجود ہے یعنی میں امیر مقرر ہؤا ہوں۔ اس پر ان لوگوں نے درخواست کی کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

حاکم وقت کی اطاعت ضروری ہے

جب تک تم لوگ حضرت عثمانؓ کی کامل اطاعت اور ان کے احکام کے قبول کرنے کا اقرار نہ کرو گے میں تمہارا امام جماعت نہیں بنوں گا۔ اس پر ان لوگوں نے اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ آئندہ پوری طرح اطاعت کریں گے اور ان کے احکام کو قبول کریں گے تب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ان کو نماز پڑھائی۔ اسی طرح حضرت ابو موسیٰؓ نے ان کو کہا کہ سنو میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو کوئی ایسے وقت میں کہ لوگ ایک امام کے ماتحت ہوں ان میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور ان کی جماعت کو پراگندہ کرنے کے لئے کھڑا ہو جاوے اسے قتل کر دو خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم کتاب الامارۃ باب حکم من فرق المسلمین و ھو مجتمع) اور رسول کریم ﷺ نے امام کے ساتھ اس کے عادل ہونے کی شرط نہیں لگائی یعنی تم لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت عثمانؓ عادل نہیں۔ کیونکہ اگر یہ مان لیا جاوے تو بھی تمہارا یہ فعل جائز نہیں۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے عادل کی شرط نہیں لگائی بلکہ صرف یہ فرمایا ہے کہ لوگوں پر کوئی حاکم ہو۔

یہ خیالات ہیں ان لوگوں کے جنہوں نے اپنی عمریں خدمت اسلام کے لئے خرچ کر دی تھیں اور جنہوں نے اسلام کو آنحضرت ﷺ کے منہ سے سنا تھا اور آپ کے سامنے ان پر

عمل کر کے سند قبولیت حاصل کی تھی۔ وہ لوگ ان مفسدوں کے پیچھے نماز پڑھنا تو الگ رہا ان کا امام بننا بھی پسند نہیں کرتے تھے اور ان کو واجب القتل جانتے تھے۔ کیا ان لوگوں کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ فتنہ عثمانؓ میں شامل تھے یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے عُمّال حقوق رعایا کو تلف کرتے تھے یا ان واقعات کی موجودگی میں قبول کیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کی خاطر یہ مفسد فساد برپا کر رہے تھے۔ نہیں بلکہ یہ فسادی جماعت صحابہؓ پر حسد کر کے فساد پر آمادہ تھے اور اپنے دلی خیالات کو چھپاتے تھے حکومت اسلام کی بربادی ان کا اصل مقصد تھا۔ اور یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا جب تک حضرت عثمانؓ کو درمیان سے نہ ہٹایا جاوے۔ بعض جاہل یا بے دین مسلمان بھی ان کے اس فریب کو نہ سمجھ کر خود غرضی یا سادگی کے باعث ان کے ساتھ مل گئے تھے۔

مفسدوں کی ایک اور سازش

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے والی مقرر ہو جانے پر ان لوگوں کے لئے فتنہ برپا کرنے کی کوئی وجہ باقی نہ رہی تھی لیکن اس فتنہ کے اصل محرک اس امر کو پسند نہ کر سکتے تھے کہ ان کی تمام کوششیں اس طرح برباد ہو جاویں۔ چنانچہ خط و کتابت شروع ہوئی اور فیصلہ کیا گیا کہ سب ملکوں کی طرف سے کچھ لوگ وفد کے طور پر مدینہ منورہ کو چلیں۔ وہاں آپس میں آئندہ طریق عمل کے متعلق مشورہ بھی کیا جاوے اور حضرت عثمانؓ سے بعض سوال کئے جاویں تاکہ وہ باتیں تمام اقطار عالم میں پھیل جاویں اور لوگوں کو یقین ہو جاوے کہ حضرت عثمانؓ پر جو الزامات لگائے جاتے تھے وہ پایہ ثبوت کو پہنچا دیئے گئے ہیں۔ یہ مشورہ کر کے یہ لوگ گھروں سے نکلے اور مدینے کی طرف سب نے رخ کیا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت عثمانؓ کو ان کی آمد کا علم ہؤا۔ آپ نے دو آدمیوں کو بھیجا کہ وہ ان کا بھید لیں اور ان کی آمد کی اصل غرض دریافت کر کے اطلاع دیں۔ یہ دونوں گئے اور مدینہ سے باہر اس قافلہ سے جا ملے ان لوگوں نے ان دونوں مخبروں سے باتوں باتوں میں اپنے حالات بیان کر دیئے انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا اہل مدینہ میں سے بھی کوئی شخص ان کے ساتھ ہے جس پر ان مفسدوں کے گروہ نے کہا کہ وہاں تین شخص ہیں ان کے سوا کوئی چوتھا شخص ان کا ہمدرد نہیں۔ ان دونوں نے دریافت کیا کہ پھر تمہارا کیا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ارادہ یہ ہے کہ ہم مدینہ جا کر حضرت عثمانؓ سے بعض ایسے امور کے متعلق گفتگو کریں گے جو پہلے سے ہم نے لوگوں کے دلوں میں بٹھا چھوڑے ہیں۔ پھر ہم اپنے

ملکوں کو واپس جاویں گے اور لوگوں سے کہیں گے کہ ہم نے حضرت عثمانؓ پر بہت الزام لگائے اور ان کی سچائی ثابت کر دی۔ مگر انہوں نے ان باتوں کے چھوڑنے سے انکار کر دیا اور توبہ نہیں کی۔ پھر ہم حج کے بہانہ سے نکلیں گے اور مدینہ پہنچ کر آپ کا احاطہ کر لیں گے۔ اگر آپ نے خلافت سے علیحدگی اختیار کر لی تب تو خیر ورنہ آپ کو قتل کر دیں گے۔

سازش کا انکشاف

یہ دونوں مخبر پوری طرح ان کا حال لیکر واپس گئے اور حضرت عثمانؓ کو سب حال سے اطلاع دی۔ آپ ان لوگوں کا حال سن کر ہنس پڑے اور خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی! ان لوگوں کو گمراہی سے بچالے۔ اگر تُو نہ بچاوے گا تو یہ لوگ برباد ہو جاویں گے۔ پھر ان تینوں شخصوں کی نسبت جو مدینہ والوں میں سے ان لوگوں کے ساتھ تھے فرمایا کہ عمار کو تو یہ غصہ ہے کہ اس نے عباس بن عتبہ بن ابی لہب پر حملہ کیا تھا اور اس کو زجر کی تھی۔ اور محمد بن ابی بکر متکبر ہو گیا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اب اس پر کوئی قانون نہیں چلتا۔ اور محمد بن ابی حذیفہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال رہا ہے۔ پھر آپ نے ان مفسدوں کو بھی بلوایا اور آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کو بھی جمع کیا۔

حضرت عثمانؓ کا مفسدوں کو بلوانا

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے ان لوگوں کو سب حال سنایا اور وہ دونوں مخبر بھی بطور گواہ کھڑے ہوئے۔ اور گواہی دی۔ اس پر سب صحابہؓ نے فتویٰ دیا کہ ان لوگوں کو قتل کر دیجئے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں کہ ایک امام موجود ہو اپنی اطاعت یا کسی اور کی اطاعت کے لئے لوگوں کو بلاوے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ تم ایسے شخص کو قتل کر دو خواہ کوئی ہو۔ (مسلم کتاب الامارۃ باب حکم من فرق المسلمین و ھو مجتمع) اور حضرت عمرؓ کا قول یاد دلایا کہ میں تمہارے لئے کسی ایسے شخص کا قتل جائز نہیں سمجھتا جس میں مَیں شریک نہ ہوں۔ یعنی سوائے حکومت کے اشارہ کے کسی شخص کا قتل جائز نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کا یہ فتویٰ سن کر فرمایا کہ نہیں ہم ان کو معاف کریں گے اور ان کے عذروں کو قبول کریں گے اور اپنی ساری کوشش سے ان کو سمجھاویں گے اور کسی شخص کی مخالفت نہیں کریں گے۔ جب تک وہ کسی حدِ شرعی کو نہ توڑے یا اظہار کفر نہ کرے۔

حضرت عثمانؓ کا اتہامات سے بریت ثابت کرنا

پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے کچھ باتیں بیان کی ہیں جو تم کو بھی معلوم ہیں مگر

ان کا خیال ہے کہ وہ ان باتوں کے متعلق مجھ سے بحث کریں تاکہ واپس جا کر کہہ سکیں کہ ہم نے ان امور کے متعلق عثمانؓ سے بحث کی اور وہ ہار گئے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے سفر میں پوری نماز ادا کی حالانکہ رسول کریم ﷺ سفر میں نماز قصر کیا کرتے تھے۔ (ترمذی ابواب السفر باب التقصیر فی السفر) مگر میں نے صرف منیٰ میں پوری پڑھی ہے۔ اور وہ بھی دو وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ میری وہاں جائداد تھی اور میں نے وہاں شادی کی ہوئی تھی۔ دوسرے یہ کہ مجھے معلوم ہؤا تھا کہ چاروں طرف سے لوگ ان دنوں حج کے لئے آئے ہیں۔ ان میں سے ناواقف لوگ کہنے لگیں گے کہ خلیفہ تو دو ہی رکعت پڑھتا ہے دو ہی رکعت ہو گی۔ کیا یہ بات درست نہیں؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہاں درست ہے۔ آپ نے فرمایا دوسرا الزام یہ لگاتے ہیں کہ میں نے رکھ مقرر کرنے کی بدعت جاری کی ہے۔ حالانکہ یہ الزام غلط ہے۔ رکھ مجھ سے پہلے مقرر کی گئی تھی حضرت عمرؓ نے اس کی ابتداء کی تھی۔ اور میں نے صرف صدقہ کے اونٹوں کی زیادتی پر اس کو وسیع کیا ہے اور پھر رکھ میں جو زمین لگائی گئی ہے وہ کسی کا مال نہیں ہے اور میرا اس میں کوئی فائدہ نہیں میرے تو صرف دو اونٹ ہیں حالانکہ جب میں خلیفہ ہؤا تھا اس وقت میں سب عرب سے زیادہ مال دار تھا اب صرف دو اونٹ ہیں جو حج کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہاں درست ہے۔ پھر فرمایا یہ کہتے ہیں کہ نوجوانوں کو حاکم بناتا ہے۔ حالانکہ میں ایسے ہی لوگوں کو حاکم بناتا ہوں جو نیک صفات نیک اطوار ہوتے ہیں اور مجھ سے پہلے بزرگوں نے میرے مقرر کردہ والیوں سے زیادہ نو عمر لوگوں کو حاکم مقرر کیا تھا اور رسول کریم ﷺ پر اسامہ بن زید کے سردارِ لشکر مقرر کرنے پر اس سے زیادہ اعتراض کئے گئے تھے جو اب مجھ پر کئے جاتے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہاں درست ہے۔ یہ لوگوں کے سامنے عیب تو بیان کرتے ہیں مگر اصل واقعات نہیں بیان کرتے۔ غرض اسی طرح حضرت عثمانؓ نے تمام اعتراضات ایک ایک کر کے بیان کئے اور ان کے جواب بیان کئے۔ صحابہؓ برابر زور دیتے کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے ان کی یہ بات نہ مانی اور ان کو چھوڑ دیا۔ طبری کہتا ہے کہ اَبَی الْمُسْلِمُوْنَ اِلَّا قَتْلَھُمْ وَ اَبٰی اِلَّا تَرْکَھُمْ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۹۵۴ مطبوعہ بیروت) یعنی باقی سب مسلمان تو ان لوگوں کے قتل کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوتے تھے۔ مگر حضرت عثمانؓ سزا دینے پر کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کا مفسدوں پر رحم کرنا

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسد لوگ کس کس قسم کے فریب اور دھوکے سے کام کرتے تھے اور اس زمانہ میں جب کہ پریس اور سامان سفر کا وہ انتظام نہ تھا جو آج کل ہے کیسا آسان تھا کہ یہ لوگ ناواقف لوگوں کو گمراہ کر دیں۔ مگر اصل میں ان لوگوں کے پاس کوئی معقول وجہ فساد کی نہ تھی۔ نہ حق ان کے ساتھ تھا نہ یہ حق کے ساتھ تھے۔ ان کی تمام کارروائیوں کا دارومدار جھوٹ اور باطل پر تھا اور صرف حضرت عثمانؓ کا رحم ان کو بچائے ہوئے تھا۔ ورنہ مسلمان ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ وہ امن و امان جو انہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے حاصل کیا تھا چند شریروں کی شرارتوں سے اس طرح جاتا رہے اور وہ دیکھتے تھے کہ ایسے لوگوں کو اگر جلد سزا نہ دی گئی تو اسلامی حکومت تہ و بالا ہو جائے گی۔ مگر حضرت عثمانؓ رحم مجسم تھے وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ہو ان لوگوں کو ہدایت مل جائے اور یہ کفر پر نہ مریں پس آپ ڈھیل دیتے تھے اور ان کے صریح بغاوت کے اعمال کو محض ارادہ بغاوت سے تعبیر کر کے سزا کو پیچھے ڈالتے چلے جاتے تھے۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ ان لوگوں سے بالکل متنفر تھے کیونکہ اول تو خود وہ بیان کرتے ہیں کہ صرف تین اہل مدینہ ہمارے ساتھ ہیں اس سے زیادہ نہیں اگر اور صحابہؓ بھی ان کے ساتھ ہوتے تو وہ ان کا نام لیتے۔ دوسرے صحابہؓ نے اپنے عمل سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ وہ ان لوگوں کے افعال سے متنفر تھے۔ اور ان کے اعمال کو ایسا خلاف شریعت سمجھتے تھے کہ سزا قتل سے کم ان کے نزدیک جائز ہی نہ تھی۔ اگر صحابہؓ ان کے ساتھ ہوتے یا اہل مدینہ ان کے ہم خیال ہوتے تو کسی مزید حیلہ و بہانہ کی ان لوگوں کو کچھ ضرورت ہی نہیں تھی۔ اسی وقت حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیتے اور ان کی جگہ کسی اور شخص کو خلافت کے لئے منتخب کر لیتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں کامیاب ہوتے خود ان کی جانیں صحابہؓ کی شمشیرہائے برہنہ سے خطرہ میں پڑ گئی تھیں۔ اور صرف اسی رحیم و کریم وجود کی عنایت و مہربانی سے یہ لوگ بچ کر واپس جا سکے جس کے قتل کا ارادہ ظاہر کرتے تھے اور جس کے خلاف اس قدر فساد برپا کر رہے تھے۔ ان مفسدوں کی کینہ وری اور تقویٰ سے بُعد پر تعجب آتا ہے کہ اس واقعہ سے انہوں نے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا ان کے ایک ایک اعتراض کا خوب جواب دیا گیا۔ اور سب الزام غلط اور بے بنیاد ثابت کر دیئے گئے۔ حضرت عثمانؓ کا رحم و کرم انہوں نے

دیکھا اور ہر ایک شخص کی جان اس پر گواہی دے رہی تھی کہ اس شخص کا مثیل اس وقت دنیا کے پردہ پر نہیں مل سکتا۔ مگر بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے جفاؤں پر پشیمان ہوتے' اپنی غلطیوں پر نادم ہوتے' اپنی شرارتوں سے رجوع کرتے' یہ لوگ غیظ و غضب کی آگ میں اور بھی زیادہ جلنے لگے اور اپنے لاجواب ہونے کو اپنی ذلت اور حضرت عثمانؓ کے عفو کو اپنی حسن تدبیر کا نتیجہ سمجھتے ہوئے آئندہ کے لئے اپنی بقیہ تجویز کے پورا کرنے کی تدابیر سوچتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔

مفسدوں کی ایک اور گہری سازش

واپس جاکر ان لوگوں نے پھر خط و کتابت شروع کی اور آخر فیصلہ کیا کہ شوال میں اپنی پہلی تجویز کے مطابق حج کے ارادہ سے قافلہ بن کر نکلیں اور مدینہ میں جاکر یک دم تمام انتظام کو درہم برہم کر دیں اور اپنی مرضی کے مطابق نظام حکومت کو بدل دیں۔ اس تجویز کے مطابق شوال یعنی چاند کے دسویں مہینے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے بارھویں سال' چھتیسویں سال ہجری میں یہ لوگ تین قافلے بن کر اپنے گھروں سے نکلے۔ ایک قافلہ بصرہ سے ایک کوفہ سے اور ایک مصر سے۔ پچھلی دفعہ کی ناکامی کا خیال کر کے اور اس بات کو مدّ نظر رکھ کر کہ یہ کوشش آخری کوشش ہے عبداللہ بن سبا خود بھی مصر کے قافلہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہؤا۔ اس رئیس المفسدین کا خود باہر نکلنا اس امر کی علامت تھا کہ یہ لوگ اب ہر ایک ممکن تدبیر سے اپنے مدعا کے حصول کی کوشش کریں گے۔ چونکہ ہر ایک گروہ نے اپنے علاقہ میں حج پر جانے کے ارادہ کا اظہار کیا تھا کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ بارادہ حج شامل ہو گئے اور اس طرح اصل ارادے ان لوگوں کے عامۃ المسلمین سے مخفی رہے۔ مگر چونکہ حُکّام کو ان کی اندرونی سازش کا علم تھا عبداللہ بن ابی سرح والی مصر نے ایک خاص آدمی بھیج کر حضرت عثمانؓ کو اس قافلہ اور اس کے مخفی ارادہ کی اطلاع قبل از وقت دے دی جس سے اہل مدینہ پہلے ہوشیار ہو گئے۔ اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تک اہل مدینہ اور خصوصاً صحابہؓ ان لوگوں کے تین دفعہ آنے پر ان کو قتل کرنا چاہتے تھے اور ان کو یہ معلوم تھا کہ ان کا حج کے بہانہ سے آکر فساد کرنے کا ارادہ حضرت عثمانؓ پر ظاہر ہے۔ تو پھر کیوں انہوں نے کوئی اور تدبیر اختیار نہ کی اور اسی پہلی تدبیر کے مطابق جن کا علم حضرت عثمانؓ کو ہو چکا تھا سفر کیا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ درحقیقت اہل مدینہ ان لوگوں کے ساتھ تھے اسی وجہ سے یہ لوگ ڈرے نہ تھے۔ اس سوال کا

جواب یہ ہے کہ بے شک ان کی یہ دلیری ظاہر کرتی ہے کہ ان لوگوں کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ مگر اس کی یہ وجہ نہیں کہ صحابہؓ یا اہل مدینہ ان کے ساتھ تھے یا ان سے ہمدردی کا اظہار کرتے تھے۔ بلکہ جیسا کہ خود ان کے بیان سے ثابت ہے کہ صرف تین شخص مدینہ کے ان کے ساتھ تھے اور جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے۔ صحابہؓ اور دیگر اہل مدینہ ان لوگوں سے سخت بیزار تھے۔ پس ان کی دلیری کا یہ باعث تو نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگ ان سے کسی قسم کی ہمدردی کا اظہار کرتے تھے ان کی دلیری کا اصل باعث اول تو حضرت عثمانؓ کا رحم تھا۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو فھو المراد۔ اور اگر ناکام رہے تو حضرت عثمانؓ سے درخواست رحم کر کے سزا سے بچ جائیں گے۔ دوسرے گو صحابہؓ اور اہل مدینہ کا طریق عمل یہ پچھلی دفعہ دیکھ چکے تھے۔ اور ان کو معلوم تھا کہ حضرت عثمانؓ کو ہماری آمد کا علم ہے مگر یہ لوگ خیال کرتے تھے کہ حضرت عثمانؓ اپنے حلم کے باعث ان کے خلاف لڑنے کے لئے کوئی لشکر نہیں جمع کریں گے اور صحابہؓ ہمارا مقابلہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے نفس پر قیاس کر کے سمجھتے تھے کہ صحابہؓ ظاہر میں حضرت عثمانؓ سے اخلاص کا اظہار کرتے ہیں ورنہ اصل میں ان کی ہلاکت کو پسند کرتے ہیں۔ اور اس خیال کی یہ وجہ تھی کہ یہ لوگ یہی ظاہر کیا کرتے تھے کہ صحابہؓ کے حقوق کی حفاظت کے لئے ہی ہم سب کچھ کر رہے ہیں۔ پس ان کو خیال تھا کہ صحابہؓ ہمارے اس فریب سے متأثر ہیں اور دل میں ہمیں سے ہمدردی رکھتے ہیں۔

مفسدوں کا مدینہ میں پہنچنا

جونہی اس لشکر کے مدینہ کے قریب پہنچنے کی اطلاع ملی صحابہؓ اور اہل مدینہ جو ارد گرد میں جائدادوں پر انتظام کے لئے گئے ہوئے تھے مدینہ میں جمع ہو گئے اور لشکر کے دو حصے کئے گئے ایک حصہ تو مدینہ کے باہر ان لوگوں کے مقابلہ کرنے کے لئے گیا اور دوسرا حصہ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے شہر میں رہا۔ جب تینوں قافلے مدینے کے پاس پہنچے تو اہل بصرہ نے ذوخشب مقام پر ڈیرہ لگایا' اہل کوفہ نے اعوص پر اور اہل مصر نے ذوالمروہ پر۔ اور مشورہ کیا گیا کہ اب ان کو کیا کرنا چاہئے۔ گو اس لشکر کی تعداد کا اندازہ اٹھارہ ۱۸۰۰ سو آدمی سے لے کر تین ہزار تک کیا جاتا ہے۔ (دوسرے حجاج جو ان کو قافلہ حج خیال کر کے ان کے ساتھ ہو گئے تھے وہ علیحدہ تھے) مگر پھر بھی یہ لوگ سمجھتے تھے کہ دلاورانِ اسلام کا مقابلہ اگر وہ مقابلہ پر آمادہ ہوئے ان کے لئے آسان نہ ہو گا۔ اس لئے مدینہ میں داخل ہوتے ہی پہلے اہل مدینہ کی رائے معلوم کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ دو شخص زیاد بن النضر

اور عبداللہ بن الاصم نے اہل کوفہ اور اہل بصرہ کو مشورہ دیا کہ جلدی اچھی نہیں وہ اگر جلدی کریں گے تو اہل مصر کو بھی جلدی کرنی پڑے گی اور کام خراب ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہؤا ہے کہ اہل مدینہ نے ہمارے مقابلہ کے لئے لشکر تیار کیا ہے۔ اور جب ہمارے پورے حالات معلوم نہ ہونے کے باوجود انہوں نے اس قدر تیاری کی ہے تو ہمارا پورا حال معلوم ہونے پر تو وہ اور بھی زیادہ ہوشیاری سے کام لیں گے اور ہماری کامیابی خواب وخیال ہو جائے گی۔ پس بہتر ہے کہ ہم پہلے جا کر وہاں کا حال معلوم کریں۔ اور اہل مدینہ سے بات چیت کریں۔ اگر ان لوگوں نے ہم سے جنگ جائز نہ سمجھی اور جو خبریں ان کی نسبت ہمیں معلوم ہوئی ہیں وہ غلط ثابت ہوئیں تو پھر ہم واپس آکر سب حالات سے تم کو اطلاع دیں گے اور مناسب کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ سب نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ اور یہ دونوں شخص مدینہ گئے اور پہلے رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے ملے۔ اور ان سے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت مانگی اور کہا کہ ہم لوگ صرف اس لئے آئے ہیں کہ حضرت عثمانؓ سے بعض والیوں کے بدل دینے کی درخواست کریں اور اس کے سوا ہمارا اور کوئی کام نہیں۔ سب ازواج مطہرات نے ان کی بات کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ اس بات کا نتیجہ اچھا نہیں۔ پھر وہ باری باری حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کے پاس گئے اور ان سے یہی وجہ اپنے آنے کی بیان کر کے اور اپنی نیک نیتی کا اظہار کر کے مدینہ میں آنے کی اجازت چاہی۔ مگر ان تینوں اصحاب نے بھی ان کے فریب میں آنے سے انکار کیا اور صاف جواب دیا کہ ان کی اس کارروائی میں خیر نہیں ہے۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۹۵۶ مطبوعہ بیروت)

یہ دونوں آدمی مدینہ کے حالات معلوم کر کے اور اپنے مقصد میں ناکام ہو کر جب واپس گئے اور سب حال سے اپنے ہمراہیوں کو آگاہ کیا تو کوفہ، بصرہ اور مصر تینوں علاقوں کے چند سربرآوردہ آدمی آخری کوشش کرنے کے لئے مدینہ آئے۔ اہل مصر عبداللہ بن سبا کی تعلیم کے ماتحت حضرت علیؓ کو وصی رسول اللہ خیال کرتے تھے اور ان کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار نہ تھے۔ مگر اہل کوفہ اور اہل بصرہ گو فساد میں تو ان کے شریک تھے مگر مذہباً ان کے ہم خیال نہ تھے۔ اور اہل کوفہ زبیرؓ بن عوام اور اہل بصرہ طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کو اپنی اغراض کے لئے مفید سمجھتے تھے۔ اس اختلاف کے باعث ہر ایک قافلہ کے قائم مقاموں نے الگ الگ ان اشخاص کا رخ کیا جن کو وہ حضرت عثمانؓ کے بعد مسند خلافت پر بٹھانا چاہتے تھے۔

اہل مصر کا حضرت علیؓ کے پاس جانا

اہل مصر حضرت علیؓ کے پاس گئے وہ اس وقت مدینہ سے باہر ایک حصہ لشکر کی کمان کر رہے تھے اور ان کا سر کچلنے پر آمادہ کھڑے تھے ان لوگوں نے آپ کے پاس پہنچ کر عرض کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدانتظامی کے باعث اب خلافت کے قابل نہیں۔ ہم ان کو علیحدہ کرنے کے لئے آئے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ ان کے بعد اس عہدہ کو قبول کریں گے انہوں نے ان کی بات سن کر اس غیرت دینی سے کام لے کر جو آپ کے رتبہ کے آدمی کا حق تھا ان لوگوں کو دھتکار دیا اور بہت سختی سے پیش آئے اور فرمایا کہ سب نیک لوگ جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے پیشگوئی کے طور پر ذوالمروہ اور ذوخشب (جہاں ان لوگوں کا ڈیرہ تھا) پر ڈیرہ لگانے والے لشکروں کا ذکر فرما کر ان پر لعنت فرمائی تھی۔ (البدایۃ والنہایۃ جزء ۷ صفحہ ۱۷۴ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۶ء) پس خدا تمہارا برا کرے تم واپس چلے جاؤ۔ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ بہت اچھا ہم واپس چلے جاویں گے اور یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

اہل کوفہ کا حضرت زبیرؓ کے پاس جانا

اہل کوفہ حضرت زبیرؓ کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا کہ آپ عہدہ خلافت کے خالی ہونے پر اس عہدہ کو قبول کریں۔ انہوں نے بھی ان سے حضرت علیؓ کا سا سلوک کیا اور بہت سختی سے پیش آئے اور اپنے پاس سے دھتکار دیا اور کہا کہ سب مؤمن جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ذوالمروہ اور ذوالخشب اور اعوص پر ڈیرہ لگانے والے لشکر لعنتی ہوں گے۔

اہل بصرہ کا حضرت طلحہؓ کے پاس جانا

اسی طرح اہل بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے بھی ان کو رد کر دیا اور رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی اور آپ کے ان پر لعنت کرنے سے ان کو آگاہ کیا۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۹۵۶، ۲۹۵۷ مطبوعہ بیروت)

محمد بن ابی بکر کا والی مصر مقرر ہونا

جب یہ حال ان لوگوں نے دیکھا اور اس طرف سے بالکل مایوس ہو گئے تو آخر یہ تدبیر کی کہ اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کیا اور صرف یہ درخواست کی کہ بعض والی بدل دیئے جائیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہؤا تو آپ نے کمال شفقت اور مہربانی سے ان کی اس

درخواست کو قبول کر لیا اور ان لوگوں کی درخواست کے مطابق مصر کے والی عبداللہ بن ابی سرح کو بدل دیا۔ اور ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کو والی مصر مقرر کر دیا۔ اس پر یہ لوگ بظاہر خوش ہو کر واپس چلے گئے اور اہل مدینہ خوش ہو گئے کہ خدا تعالیٰ نے اسلام کو ایک فساد عظیم سے بچا لیا۔ مگر جو کچھ انہوں نے سمجھا وہ درست نہ تھا کیونکہ ان لوگوں کے ارادے اَور ہی تھے اور ان کا کوئی کام شرارت اور فساد سے خالی نہ تھا۔

اختلاف روایات کی حقیقت

یاد رکھنا چاہئے کہ یہی وقت ہے جب سے روایات میں نہایت اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ اور جو واقعات مَیں نے بیان کئے ہیں ان کو مختلف راویوں نے مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے حتیٰ کہ حق بالکل چھپ گیا ہے اور بہت سے لوگوں کو دھوکا لگ گیا ہے۔ اور وہ اس تمام کارروائی میں یا صحابہؓ کو شریک سمجھنے لگے ہیں یا کم سے کم ان کو مفسدوں سے دلی ہمدردی رکھنے والا خیال کرتے ہیں۔ مگر یہ بات درست نہیں۔ اس زمانہ کی تاریخ کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس زمانہ کے بعد کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا جو ایک یا دوسرے فریق سے ہمدردی رکھنے والوں سے خالی ہو۔ اور یہ بات تاریخ کے لئے نہایت مُضر ہوتی ہے۔ کیونکہ جب سخت عداوت یا ناواجب محبت کا دخل ہو روایت کبھی بعینہٖ نہیں پہنچ سکتی۔ اگر راوی جھوٹ سے کام نہ بھی لیں تب بھی ان کے خیالات کا رنگ ضرور چڑھ جاتا ہے۔ اور پھر تاریخ کے راویوں کے حالات ایسے ثابت شدہ نہیں ہیں جیسے کہ احادیث کے رُواۃ کے۔ اور گو مؤرخین نے بہت احتیاط سے کام لیا ہے پھر بھی حدیث کی طرح اپنی روایت کو روزِ روشن کی طرح ثابت نہیں کر سکتے۔ پس بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

تاریخ کی تصحیح کا زرّیں اصل

لیکن صحیح حالات معلوم کرنا ناممکن بھی نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے ایسے راستے کھلے رکھے ہیں جن سے صحیح واقعات کو خوب عمدگی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اور ایسے راوی بھی موجود ہیں جو بالکل بے تعلق ہونے کی وجہ سے واقعات کو کماحقہٗ بیان کرتے ہیں۔ اور تاریخ کی تصحیح کا یہ زریں اصل ہے کہ واقعات عالم ایک زنجیر کی طرح ہیں۔ کسی منفرد واقع کی صحت معلوم کرنے کے لئے اسے زنجیر میں پرو کر دیکھنا چاہئے کہ وہ کڑی ٹھیک اپنی جگہ پر پروئی بھی جاتی ہے کہ نہیں۔ غلط اور صحیح واقعات میں تمیز کرنے کے لئے یہ ایک نہایت ہی کارآمد مددگار ہے۔

غرض اس زمانہ کے صحیح واقعات معلوم کرنے کے لئے احتیاط کی ضرورت ہے اور جرح و تعدیل کی حاجت ہے۔ سلسلہ واقعات کو مدّنظر رکھنے کے بغیر کسی زمانہ کی تاریخ بھی صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکتی مگر اس زمانہ کی تاریخ تو خصوصاً معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور یوروپین مصنفین نے اسی اختلاف سے فائدہ اٹھا کر اس زمانہ کی تاریخ کو ایسا بگاڑا ہے کہ ایک مسلمان کا دل اگر وہ غیرت رکھتا ہو ان واقعات کو پڑھ کر جلتا ہے اور بہت سے کمزور ایمان کے آدمی تو اسلام سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ خود بعض مسلمان مؤرخین نے بھی بے احتیاطی سے اس مقام پر ٹھوکر کھائی ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا باعث بن گئے ہیں۔

حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہؓ کی بریت

میں اس مختصر وقت میں پوری طرح ان غلطیوں پر تو بحث نہیں کر سکتا۔ جن میں یہ لوگ پڑے ہوئے ہیں لیکن میں اختصار کے ساتھ وہ صحیح حالات آپ لوگوں کے سامنے بیان کر دوں گا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہؓ ہر ایک فتنہ سے یا عیب سے پاک تھے۔ بلکہ ان کا رویہ نہایت اعلیٰ اخلاق کا مظہر تھا اور ان کا قدم نیکی کے اعلیٰ مقام پر قائم تھا۔

باغیوں کا دوبارہ مدینہ میں داخل ہونا

میں بتا چکا ہوں کہ مفسد لوگ بظاہر رضامندی کا اظہار کر کے اپنے گھروں کی طرف واپس چلے گئے۔ کوفہ کے لوگ کوفہ کی طرف۔ بصرہ کے لوگ بصرہ کی طرف اور مصر کے لوگ مصر کی طرف۔ اور اہل مدینہ امن و امان کی صورت دیکھ کر اور ان کے لوٹنے پر مطمئن ہو کر اپنے اپنے کاموں پر چلے گئے لیکن ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ایسے وقت میں جب کہ اہل مدینہ یا تو اپنے کاموں میں مشغول تھے یا اپنے گھروں میں یا مساجد میں بیٹھے تھے۔ اور ان کو کسی قسم کا خیال بھی نہ تھا کہ کوئی دشمن مدینہ پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ اچانک ان باغیوں کا لشکر مدینہ میں داخل ہؤا اور مسجد اور حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور تمام مدینہ کی گلیوں میں مُنادی کرا دی گئی کہ جس کسی کو اپنی جان کی ضرورت ہو اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا رہے اور ہم سے برسرِ پیکار نہ ہو ورنہ خیر نہ ہو گی۔ ان لوگوں کی آمد ایسی اچانک تھی کہ اہل مدینہ مقابلہ کے لئے کوشش نہ کر سکے۔ حضرت امام حسنؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں بیٹھا ہؤا تھا کہ اچانک شور ہؤا اور مدینہ کی گلیوں میں تکبیر کی آواز بلند ہونے لگی (یہ مسلمانوں کا نعرہ جنگ تھا) ہم

سب حیران ہوئے اور دیکھنا شروع کیا کہ اس کا باعث کیا ہے۔ میں اپنے گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا اور دیکھنے لگا۔ اتنے میں اچانک یہ لوگ مسجد میں گھس آئے اور مسجد پر بھی اور آس پاس کی گلیوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

ان کے اچانک حملہ کا نتیجہ یہ ہؤا کہ صحابہؓ اور اہل مدینہ کی طاقت منتشر ہو گئی اور وہ ان سے لڑ نہ سکے اور ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ کیونکہ شہر کے تمام ناکوں اور مسجد پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اب دو ہی راستے کھلے تھے۔ ایک تو یہ کہ باہر سے مدد آوے اور دوسرا یہ کہ اہل مدینہ کسی جگہ پر جمع ہوں اور پھر کسی انتظام کے ماتحت ان سے مقابلہ کریں۔

امر اول کے متعلق ان کو اطمینان تھا کہ حضرت عثمانؓ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ ان کا رحم اور ان کی حسن ظنی بہت بڑھی ہوئی تھی اور وہ ان لوگوں کی شرارت کی ہمیشہ تاویل کر لیتے تھے اور امر دوم کے متعلق انہوں نے یہ انتظام کر لیا کہ مدینہ کی گلیوں میں اور اس کے دروازوں پر پہرہ لگا دیا اور حکم دے دیا کہ کسی جگہ اجتماع نہ ہونے پائے۔ جہاں کچھ لوگ جمع ہوتے یہ ان کو منتشر کر دیتے۔ ہاں یوں آپس میں بولنے چالنے یا اِکے دُکے کو میل ملاقات سے نہ روکتے تھے۔

اہل مدینہ کا باغیوں کو سمجھانا

جب اہل مدینہ کی حیرت ذرا کم ہوئی تو ان میں سے بعض نے مسجد کے پاس آکر جہاں ان کا مرکز تھا ان کو سمجھانا شروع کیا۔ اور ان کی اس حرکت پر اظہار ناراضگی کیا مگر ان لوگوں نے بجائے ان کی نصیحت سے فائدہ اٹھانے کے ان کو ڈرایا اور دھمکایا اور صاف کہہ دیا کہ اگر وہ خاموش نہ رہیں گے تو ان کے لئے اچھا نہیں ہوگا۔ اور یہ لوگ ان سے بُری طرح پیش آویں گے۔

باغیوں کا مدینہ پر تسلط قائم کرنا

اب گویا مدینہ دار الخلافت نہیں رہا تھا۔ خلیفہ وقت کی حکومت کو موقوف کر دیا گیا تھا اور چند مُفسد اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ اصحابؓ نبی کریم ﷺ کیا اور دیگر اہل مدینہ کیا سب کو اپنی عزتوں کا بچانا مشکل ہو گیا تھا۔ اور بعض لوگوں نے تو اس فتنہ کو دیکھ کر اپنے گھروں سے نکلنا بند کر دیا تھا۔ رات دن گھروں میں بیٹھے رہتے تھے اور اس پر انگشت بدندان تھے۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۹۶۲ مطبوعہ بیروت)

اکابر صحابہؓ کا باغیوں سے واپسی کی وجہ دریافت کرنا

چونکہ یہ لوگ پچھلی دفعہ اپنی تسلی کا اظہار کر کے گئے تھے

اور آئندہ کے لئے ان کو کوئی شکایت باقی نہ تھی صحابہؓ حیرت میں تھے کہ آخر ان کے لَوٹنے کا باعث کیا ہے۔ دوسرے لوگوں کو تو ان کے سامنے بولنے کی جرأت نہ تھی۔ چند اکابر صحابہؓ جن کے نام کی یہ لوگ پناہ لیتے تھے اور جن سے محبت کا دعویٰ کرتے تھے انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ آخر تمہارے اس لوٹنے کی وجہ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ نے ان لوگوں سے ان کے واپس آنے کی وجہ دریافت کی۔ سب نے بالاتفاق یہی جواب دیا کہ ہم تسلی اور تشفی سے اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ صدقہ کے ایک اونٹ پر سوار ہے اور کبھی ہمارے سامنے آتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ ہمارے بعض آدمیوں نے جب اسے دیکھا تو انہیں شک ہؤا اور انہوں نے اس کو جا پکڑا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا کہ کیا تیرے پاس کوئی خط ہے تو اس نے انکار کیا اور جب اس سے دریافت کیا گیا کہ تُو کس کام کو جاتا ہے تو اس نے کہا مجھے علم نہیں۔ اس پر ان لوگوں کو اور زیادہ شک ہوا۔ آخر اس کی تلاشی لی گئی اور اس کے پاس سے ایک خط نکلا جو حضرت عثمانؓ کا لکھا ہؤا تھا اور اس میں والی مصر کو ہدایت کی گئی تھی کہ جس وقت مفسد مصر واپس لَوٹیں۔ ان میں سے فلاں فلاں کو قتل کر دینا اور فلاں فلاں کو کوڑے اور ان کے سر اور داڑھیاں منڈوا دینا اور جو خط ان کی معرفت تمہارے معزول کئے جانے کے متعلق لکھا ہے اس کو باطل سمجھنا۔ یہ خط جب ہم نے دیکھا تو ہمیں سخت حیرت ہوئی اور ہم لوگ فوراً واپس لَوٹے۔ حضرت علیؓ نے یہ بات سن کر فوراً ان سے کہا کہ یہ بات تو مدینہ میں بنائی گئی ہے۔ کیونکہ اے اہل کوفہ اور اے اہل بصرہ! تم لوگوں کو کیونکر معلوم ہؤا کہ اہل مصر نے کوئی ایسا خط پکڑا ہے۔ حالانکہ تم ایک دوسرے سے کئی منزلوں کے فاصلے پر تھے۔ اور پھر یہ کیونکر ہؤا کہ تم لوگ اس قدر جلد واپس بھی آگئے۔ اس اعتراض کا جواب نہ وہ لوگ دے سکتے تھے اور نہ اس کا کوئی جواب تھا۔ پس انہوں نے یہی جواب دیا کہ جو مرضی آئے کہو اور جو چاہو ہماری نسبت خیال کرو۔ ہم اس آدمی کی خلافت کو پسند نہیں کرتے۔ اپنے عہدے سے دست بردار ہو جائے۔ محمد بن مسلمہؓ جو اکابر صحابہؓ میں سے تھے اور جماعت انصار میں سے تھے کعب بن اشرف جو رسول کریم ﷺ کا اور اسلام کا سخت دشمن تھا اور یہود میں ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا تھا جب اس کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں اور مسلمانوں کی تکلیف کی کوئی حد نہ رہی تو رسول کریم ﷺ کے ارشاد کے ماتحت انہوں نے اس کو قتل کر کے اسلام کی ایک بہت بڑی خدمت کی تھی انہوں نے جب

یہ واقعہ سنا تو یہی جرح کی اور صاف کہہ دیا کہ یہ صرف ایک فریب ہے جو تم نے کیا ہے۔

حضرت عثمانؓ کا باغیوں کے لئے الزام سے بریت ثابت کرنا

گو صحابہؓ نے ان کی اس بات کو عقلاً رد کر دیا مگر ان لوگوں کی دلیری اب حد سے بڑھ گئی تھی۔ باوجود اس ذلت کے جو ان کو پہنچی تھی۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے سامنے اس معاملہ کو پیش کیا اور آپ سے اس کا جواب مانگا۔ اس وقت بہت سے اکابر صحابہؓ بھی آپ کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے ان کو جواب دیا کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق کسی امر کے فیصلہ کے دو ہی طریق ہیں۔ یا تو یہ کہ مدعی اپنے دعویٰ کی تائید میں دو گواہ پیش کرے یا یہ کہ مدعٰی علیہ کو قسم دی جائے۔ پس تم پر فرض ہے کہ تم دو گواہ اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کرو ورنہ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ نہ میں نے یہ خط لکھا ہے نہ میرے مشورہ سے یہ خط لکھا گیا اور نہ ہی لکھوایا ہے نہ مجھے علم ہے کہ یہ خط کس نے لکھا ہے۔ پھر فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ کبھی خط جھوٹے بھی بنا لئے جاتے ہیں اور انگوٹھیوں جیسی اَور انگوٹھیاں بنائی جا سکتی ہیں۔ جب صحابہؓ نے آپ کا یہ جواب سنا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کی تصدیق کی اور آپ کو اس الزام سے بری قرار دیا۔ مگر ان لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہؤا اور ہوتا بھی کیونکر۔ انہوں نے تو خود وہ خط بنایا تھا۔ سوتے ہوئے آدمی کو تو آدمی جگا سکتا ہے جو جاگتا ہو اور ظاہر کرے کہ سو رہا ہے اسے کون جگائے۔ ان لوگوں کے سردار تو خوب سمجھتے تھے کہ یہ ہمارا اپنا فریب ہے۔ وہ ان جوابات کی صحت یا معقولیت پر کب غور کر سکتے تھے اور ان کے اتباع ان کے غلام بن چکے تھے جو کچھ وہ کہتے وہ سنتے تھے اور جو کچھ بتاتے تھے اسے تسلیم کرتے تھے۔

باغیوں کے منصوبہ کی اصلیت

ان لوگوں پر نہ تو اثر ہو سکتا تھا نہ ہؤا مگر آنکھوں والوں کے لئے حضرت عثمانؓ کا جواب شرم و حیا کی صفات حسنہ سے ایسا متصف ہے کہ اس سے ان مفسدوں کی بے حیائی اور وقاحت اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے جب کہ وہ مفسد ایک جھوٹا خط بنا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فریب اور دھوکے کا الزام لگاتے ہیں اور جب کہ حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہؓ واقعات سے نتیجہ نکال کر ان لوگوں پر صاف صاف دھوکے کا الزام لگاتے ہیں۔ خود حضرت عثمانؓ جن پر الزام لگایا گیا ہے اور جن کے خلاف یہ منصوبہ کھڑا کیا گیا ہے اپنے آپ سے تو الزام کو دفع کرتے ہیں مگر یہ نہیں فرماتے

کہ تم نے یہ خط بنایا ہے بلکہ ان کی غلطی پر بھی پردہ ڈالتے ہیں اور صرف اسی قدر فرماتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ خط خط سے مل جاتا ہے اور انگوٹھی کی نقل بنائی جا سکتی ہے اور اونٹ بھی چُرایا جا سکتا ہے۔

بعض لوگ جو حضرت عثمانؓ کو بھی اس الزام سے بری سمجھتے ہیں اور ان لوگوں کی نسبت بھی حسن ظنی سے کام لینا چاہتے ہیں خیال کرتے ہیں کہ یہ خط مروان نے لکھ کر بطور خود بھیج دیا ہو گا۔ مگر میرے نزدیک یہ خیال بالکل غلط ہے واقعات صاف بتاتے ہیں کہ یہ خط انہی مفسدوں نے بنایا ہے نہ کہ مروان یا کسی اور شخص نے۔ اور یہ خیال کہ اگر انہوں نے بنایا ہؤا تھا تو حضرت عثمانؓ کا غلام اور صدقہ کا اونٹ ان کے ہاتھ کہاں سے آیا اور حضرت عثمانؓ کے کاتب کا خط انہوں نے کس طرح بنا لیا اور حضرت عثمانؓ کی انگوٹھی کی مہر اس پر کیونکر لگا دی ایک غلط خیال ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس اس کی کافی وجوہ موجود ہیں کہ یہ خط انہیں لوگوں نے بنایا تھا۔ گو واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے اور یہی قرین قیاس ہے کہ یہ فریب صرف چند اکابر کا کام تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ صرف عبداللہ بن سبا اور اس کے چند خاص شاگردوں کا کام ہو۔ اور دوسرے لوگوں کو خواہ وہ سردار لشکر ہی کیوں نہ ہوں اس کا علم نہ ہو۔

خط والے منصوبے کے ثبوت میں سات دلائل

اس امر کا ثبوت کہ یہ کارروائی انہی لوگوں میں سے بعض لوگوں کی تھی یہ ہے:۔

ان لوگوں کی نسبت اس سے پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ اپنے مدعا کے حصول کے لئے یہ لوگ جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے تھے جیسا کہ ولید بن عتبہ اور سعید بن العاص کے مقابلہ میں انہوں نے جھوٹ سے کام لیا۔ اسی طرح مختلف ولایات کے متعلق جھوٹی شکایات مشہور کیں جن کی تحقیق اکابر صحابہؓ نے کی اور ان کو غلط پایا۔ پس جب کہ ان لوگوں کی نسبت ثابت ہو چکا ہے کہ جھوٹ سے ان کو پرہیز نہ تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ اس امر میں ان کو ملزم نہ قرار دیا جاوے اور ایسے لوگوں پر الزام لگایا جاوے جن کا جھوٹ ثابت نہیں۔

جیسا کہ حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہؓ نے اعتراض کیا ہے ان لوگوں کا ایسی جلدی واپس آجانا اور ایک وقت میں مدینہ میں داخل ہونا اس بات کی شہادت ہے کہ یہ ایک سازش تھی۔ کیونکہ جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے اہل مصر بیان کرتے تھے کہ انہوں نے بویب مقام پر

اس قاصد کو جو ان کے بیان کے مطابق حضرت عثمانؓ کا خط والی مصر کی طرف لے جا رہا تھا پکڑا تھا۔ بویب مدینہ سے کم سے کم چھ منازل پر واقع ہے اور اس جگہ واقع ہے جہاں سے مصر کا راستہ شروع ہوتا ہے۔ جب اہل مصر اس جگہ تک پہنچ گئے تھے تو اہل کوفہ اور اہل بصرہ بھی قریباً بالمقابل جہات پر چھ چھ منازل طے کر چکے ہوں گے اور اس طرح اہل مصر سے جو کچھ واقع ہؤا اس کی اطلاع دونوں قافلوں کو کم سے کم بارہ۱۲ تیرہ۱۳ دن میں مل سکتی تھی۔ اور ان کے آنے جانے کے دن شامل کر کے قریباً چوبیں۲۴ دن میں یہ لوگ مدینہ پہنچ سکتے تھے۔ مگر یہ لوگ اس عرصہ سے بہت کم عرصہ میں واپس آگئے تھے۔ پس صاف ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ سے رخصت ہونے سے پہلے ہی ان لوگوں نے آپس مین منصوبہ بنالیا تھا کہ فلاں تاریخ کو سب قافلے واپس مدینہ لَوٹیں اور ایک دم مدینہ پر قبضہ کرلیں اور چونکہ مصری قافلہ کے ساتھ عبداللہ بن سبا تھا اور وہ نہایت ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے ایک طرف تو یہ دیکھا کہ لوگ ان سے سوال کریں گے کہ تم بلاوجہ لَوٹے کیوں ہو اور دوسری طرف اس کو یہ بھی خیال تھا کہ خود اس کے ساتھیوں کے دل میں بھی یہ بات کھٹکے گی کہ فیصلہ کے بعد نقضِ عہد کیوں کیا گیا ہے۔ اس لئے اس نے جعلی خط بنایا اور خود اپنے ساتھیوں کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور غیظ و غضب کی آگ کو ان کے دلوں میں اَور بھی بھڑکایا۔ اور صدقہ کے اونٹ کا چرالینا اور کسی غلام کو رشوت دے کر ساتھ ملالینا کوئی مشکل بات نہیں۔

اس خط کے پکڑنے کا واقعہ جس طرح بیان کیا جاتا ہے وہ خود غیر طبعی ہے۔ کیونکہ اگر حضرت عثمانؓ نے یا مروان نے کوئی ایسا خط بھیجا ہوتا تو یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ وہ غلام کبھی ان کے سامنے آتا اور کبھی چھپ جاتا۔ یہ حرکت تو وہی شخص کر سکتا ہے جو خود اپنے آپ کو پکڑوانا چاہے۔ اس غلام کو تو بقول ان لوگوں کے حکم دیا گیا تھا کہ اس قافلہ سے پہلے مصر پہنچ جائے۔ پھر بویب مقام پر جو مصر کا دروازہ ہے اس شخص کا ان کے ساتھ ساتھ جانا کیونکر خیال میں آسکتا ہے۔ قافلہ اور ایک آدمی کے سفر میں بہت فرق ہوتا ہے ایک آدمی جس سرعت سے سفر کر سکتا ہے قافلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قافلہ کی حوائج بہت زیادہ ہوتی ہیں اور سب قافلہ کی سواریاں ایک جیسی تیز نہیں ہوتیں۔ پس کیونکر ممکن تھا کہ بویب تک قافلہ پہنچ جاتا اور وہ پیغامبر ابھی قافلہ کے ساتھ ہی ہوتا اس وقت تو اسے اپنی منزل مقصود کے قریب ہونا چاہئے تھا۔ جو حالت وہ اس پیغامبر کی بیان کرتے ہیں وہ ایک جاسوس کی نسبت تو منسوب کی جاسکتی ہے پیغامبر کی نسبت

منسوب نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح جب اس پیغامبر کو پکڑا گیا تو جو سوال و جواب اس سے ہوئے وہ بالکل غیر طبعی ہیں۔ کیونکہ وہ بیان کرتا ہے کہ وہ پیغامبر ہے۔ لیکن نہ اسے کوئی خط دیا گیا ہے اور نہ اسے کوئی زبانی پیغام دیا گیا ہے یہ جواب سوائے اس شخص کے کون دے سکتا ہے جو یا تو پاگل ہو یا خود اپنے آپ کو شک میں ڈالنا چاہتا ہو۔ اگر واقع میں وہ شخص پیغامبر ہوتا تو اسے کیا ضرورت تھی کہ وہ کہتا کہ میں حضرت عثمانؓ یا کسی اور کا بھیجا ہؤا ہوں۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سچ کا بڑا پابند تھا کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس خط تھا۔ مگر اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں پس ان لوگوں کی روایت کے مطابق اس پیغامبر نے جھوٹ تو ضرور بولا۔ پس سوال یہ ہے کہ اس نے وہ جھوٹ کیوں بولا جس سے وہ صاف طور پر پکڑا جاتا تھا۔ وہ جھوٹ کیوں نہ بولا جو ایسے موقع پر اس کو گرفتاری سے بچا سکتا تھا۔ غرض یہ تمام واقعات بتاتے ہیں کہ خط اور خط لے جانے والے کا واقعہ شروع سے آخر تک فریب تھا۔ انہی مفسدوں میں سے کسی نے (زیادہ تر گمان یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا نے) ایک جعلی خط بنا کر ایک شخص کو دیا ہے کہ وہ اسے لے کر قافلہ کے پاس سے گزرے لیکن چونکہ ایک آباد راستہ پر ایک سوار کو جاتے ہوئے دیکھ کر پکڑ لینا قرین قیاس نہ تھا اور اس خط کو بنانے والا چاہتا تھا کہ جہاں تک ہو سکے اس واقعہ کو دوسرے کے ہاتھ سے پورا کروائے اس لئے اس نے اس قاصد کو ہدایت کی کہ وہ اس طرح قافلہ کے ساتھ چلے کہ لوگوں کے دلوں میں شک پیدا ہو اور جب وہ اس شک کو دور کرنے کے لئے سوال کریں تو ایسے جواب دے کہ شک اور زیادہ ہو۔ تاکہ عامۃ الناس خود اس کی تلاشی لیں اور خط اس کے پاس دیکھ کر ان کو یقین ہو جاوے کہ حضرت عثمانؓ نے ان سے فریب کیا ہے۔

اس خط کا مضمون بھی بتاتا ہے کہ وہ خط جعلی ہے اور کسی واقف کار مسلمان کا بنایا ہؤا نہیں۔ کیونکہ بعض روایات میں اس کا یہ مضمون بتایا گیا ہے کہ فلاں فلاں کی ڈاڑھی منڈوائی جاوے حالانکہ ڈاڑھی منڈوانا اسلام کی رو سے منع ہے اور اسلامی حکومتوں میں سزا صرف وہی دی جاسکتی تھی جو مطابق اسلام ہو۔ یہ ہرگز جائز نہ تھا کہ کسی شخص کو سزا کے طور پر سؤر کھلایا جاوے یا شراب پلائی جاوے یا ڈاڑھی منڈادی جاوے۔ کیونکہ یہ ممنوع امر ہے۔ سزا صرف قتل یا ضرب یا جرمانہ یا نفی عن الارض کی اسلام سے ثابت ہے خواہ نفی بصورت جلاوطنی ہو یا بصورت قید۔ اس کے سوا کوئی سزا اسلام سے ثابت نہیں اور نہ ائمہ اسلام نے کبھی ایسی سزا

دی۔ نہ خود حضرت عثمانؓ یا ان کے عمال نے کبھی کوئی ایسی سزا دی۔ پس ایسی سزا کا اس خط میں تحریر ہونا اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ یہ خط کسی ایسے شخص نے بنایا تھا جو مغز اسلام سے واقف نہ تھا۔

اس خط سے پہلے کے واقعات بھی اس امر کی تردید کرتے ہیں کہ یہ خط حضرت عثمانؓ یا ان کے سیکرٹری کی طرف سے ہو کیونکہ تمام روایات اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو سزا دینے میں بہت ڈھیل سے کام لیا ہے۔ اگر آپ چاہتے تو جس وقت یہ لوگ پہلی دفعہ آئے تھے اسی وقت ان کو قتل کر دیتے۔ اگر اس دفعہ انہوں نے چھوڑ دیا تھا تو دوسری دفعہ آنے پر تو ضرور ہی ان سرغنوں کو گرفتار کیا جا سکتا تھا کیونکہ وہ کھلی کھلی سرکشی کر چکے تھے اور صحابہؓ ان سے لڑنے پر آمادہ تھے۔ مگر اس وقت ان سے نرمی کر کے مصر کے والی کو خط لکھنا کہ ان کو سزا دے ایک بعید از عقل خیال ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت عثمانؓ کی نرمی کو دیکھ کر مروان نے ایسا خط لکھ دیا کیونکہ مروان یہ خوب جانتا تھا کہ حضرت عثمانؓ حدود کے قیام میں بہت سخت ہیں۔ وہ ایسا خط لکھ کر سزا سے محفوظ رہنے کا خیال ایک منٹ کے لئے بھی اپنے دل میں نہیں لا سکتا تھا۔ پھر اگر وہ ایسا خط لکھتا بھی تو کیوں صرف مصر کے والی کے نام لکھتا۔ کیوں نہ بصرہ اور کوفہ کے والیوں کے نام بھی وہ ایسے خطوط لکھ دیتا۔ جس سے سب دشمنوں کا ایک دفعہ ہی فیصلہ ہو جاتا۔ صرف مصر کے والی کے نام ہی خط لکھا جانا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ کوفہ اور بصرہ کے قافلوں میں کوئی عبداللہ بن سبا جیسا چالباز آدمی نہ تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ شاید ان دونوں علاقوں کے والیوں کے نام بھی ایسے احکام جاری کئے گئے ہوں گے مگر ان کے لے جانے والے پکڑے نہیں گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی تھی۔ کیونکہ اگر عبداللہ بن عامر پر یہ الزام لگا دیا جاوے کہ وہ حضرت عثمانؓ کا رشتہ دار ہونے کے سبب خاموش رہا تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جو اکابر صحابہؓ میں سے تھے اور جن کے کامل الایمان ہونے کا ذکر خود قرآن شریف میں آتا ہے اور جو اس وقت کوفہ کے والی تھے وہ کبھی خاموش نہ رہتے اور ضرور بات کو کھول دیتے۔ پس حق یہی ہے کہ یہ خط جعلی تھا اور مصری قافلہ میں سے کسی نے بنایا تھا۔ اور چونکہ مصری قافلہ کے سوا دوسرے قافلوں میں کوئی شخص نہ اس قسم کی کارروائی کرنے کا اہل تھا اور نہ اس قدر عرصہ میں متعدد اونٹ بیت المال کے چرائے جا سکتے تھے اور نہ ہی اس قدر غلام قابو کئے جا سکتے تھے۔

اس لئے دوسرے علاقوں کے والیوں کے نام کے خطوط نہ بنائے گئے۔

سب سے زیادہ اس خط پر روشنی وہ غلام ڈال سکتا تھا جس کی نسبت ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ خط لے گیا تھا۔ مگر تعجب ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت عثمانؓ نے گواہوں کا مطالبہ کیا ہے اس غلام کو پیش نہیں کیا گیا اور نہ بعد کے واقعات میں اس کا کوئی ذکر آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پیش کیا جانا ان لوگوں کے مفاد کے خلاف تھا۔ شاید ڈرتے ہوں کہ وہ صحابہؓ کے سامنے آکر اصل واقعات کو ظاہر کردے گا۔ پس اس کو چھپا دینا بھی اس امر کا ثبوت ہے کہ خط کے بنانے والا یہ مفسد گروہ ہی تھا۔

ایک نہایت زبردست ثبوت اس بات کا کہ ان لوگوں نے ہی یہ خط بنایا تھا یہ ہے کہ یہ پہلا خط نہیں جو انہوں نے بنایا ہے بلکہ اس کے سوا اسی فساد کی آگ بھڑکانے کے لئے اور کئی خطوط انہوں نے بنائے ہیں۔ پس اس خط کا بنانا بھی نہ ان کے لئے مشکل تھا اور نہ اس واقعہ کی موجودگی میں کسی اور شخص کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ وہ خط جو یہ پہلے بناتے رہے ہیں حضرت علیؓ کے بدنام کرنے کے لئے تھے اور ان میں اس قسم کا مضمون ہوتا تھا کہ تم لوگ حضرت عثمانؓ کے خلاف جوش بھڑکاؤ۔ ان خطوط کے ذریعے عوام الناس کا جوش بھڑکایا جاتا تھا اور وہ حضرت علیؓ کی تصدیق دیکھ کر عبداللہ بن سبا کی باتوں میں پھنس جاتے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان خطوط کا مضمون بہت مخفی رکھنے کا حکم تھا تاکہ حضرت علیؓ کو معلوم نہ ہو جائے اور وہ ان کی تردید نہ کردیں۔ اور مخفی رکھنے کی تاکید کی وجہ بھی بانیانِ فساد کے پاس معقول تھی۔ یعنی اگر یہ خط ظاہر ہوں گے تو حضرت علیؓ مشکلات میں پڑ جاویں گے۔ اس طرح لوگ حضرت علیؓ کی خاطر ان خطوط کے مضمون کو کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے۔ اور بات کے مخفی رہنے کی وجہ سے بانیان فساد کا جھوٹ کھلتا بھی نہ تھا۔ لیکن جھوٹ آخر زیادہ دیر تک چھپا نہیں رہتا خصوصاً جب سینکڑوں کو اس سے واقف کیا جاوے۔ حضرت عثمانؓ کے نام پر لکھا ہؤا خط پکڑا گیا اور عام اہل کوفہ نہایت غصہ سے واپس ہوئے تو ان میں سے ایک جماعت حضرت علیؓ کے پاس گئی اور ان سے مدد کی درخواست کی حضرت علیؓ تو تمام واقعہ کو سن کر ہی اس کے جھوٹا ہونے پر آگاہ ہو چکے تھے اور اپنی خداداد فراست سے اہل مصر کا فریب ان پر کھل چکا تھا۔ آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں ایسے کام میں تمہارے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا اس وقت جوش کی حالت میں ان میں سے بعض سے احتیاط نہ ہو سکی اور بے اختیار بول اٹھے کہ پھر ہم سے خط وکتابت کیوں

کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کے لئے یہ ایک نہایت حیرت انگیز بات تھی۔ آپ نے اس سے صاف انکار کیا اور لاعلمی ظاہر کی اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی قسم ہے میں نے کبھی کوئی خط آپ لوگوں کی طرف نہیں لکھا۔ (طبری جلد نمبر ۶ صفحہ ۲۹۶۵ مطبوعہ بیروت) اس پر ان لوگوں کو بھی سخت حیرت ہوئی کیونکہ درحقیقت خود ان کو بھی دھوکا دیا گیا تھا۔ اور انہوں نے ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھا اور دریافت کیا کہ کیا اس شخص کے لئے تم غضب ظاہر کرتے ہو اور لڑتے ہو یعنی یہ شخص تو ایسا بزدل ہے کہ سب کچھ کر کرا کر موقع پر اپنے آپ کو بالکل بری ظاہر کرتا ہے (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِكَ)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں بعض ایسے آدمی موجود تھے جو جعلی خطوط بنانے میں مہارت رکھتے تھے اور یہ بھی کہ ایسے آدمی مصریوں میں موجود تھے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے نام پر خطوط صرف مصریوں کی طرف لکھے جا سکتے تھے جو حضرت علیؓ کی محبت کے دعویدار تھے۔ پس اس خط کا جو حضرت عثمانؓ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا مصری قافلہ میں پکڑا جانا اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ اس کا لکھنے والا مدینہ کا کوئی شخص نہ تھا بلکہ مصری قافلہ کا ہی ایک فرد تھا۔

خط کا واقعہ چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف الزام لگانے والوں کے نزدیک سب سے اہم واقعہ ہے اس لئے میں نے اس پر تفصیلاً اپنی تحقیق بیان کر دی ہے اور گو اس واقعہ پر اور بسط سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے۔ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ یہ خط ایک جعلی اور بناوٹی خط تھا۔ اور یہ کہ اس خط کے بنانے والے عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھی تھے نہ کہ مروان یا کوئی اور شخص۔ (حضرت عثمانؓ کی ذات تو اس سے بہت ارفع ہے) کافی ہے۔

مفسدوں کی اہل مدینہ پر زیادتیاں

اب میں پھر سلسلہ واقعات کی طرف لوٹتا ہوں۔ اس جعلی خط کے زور پر اور اچانک مدینہ پر قبضہ کر لینے کے گھمنڈ پر ان مفسدوں نے خوب زیادتیاں شروع کیں۔ ایک طرف تو حضرت عثمانؓ پر زور دیا جاتا کہ وہ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ دوسری طرف اہل مدینہ کو تنگ کیا جاتا کہ وہ حضرت عثمانؓ کی مدد کے لئے کوشش نہ کریں۔ اہل مدینہ بالکل بے بس تھے دو تین ہزار مسلح فوجی جو شہر کے راستوں اور چوکوں اور دروازوں کی ناکہ بندی کئے ہوئے تھے۔ اس کا مقابلہ

یوں بھی آسان نہ تھا مگر اس صورت میں کہ وہ چند آدمیوں کو بھی اکٹھا ہونے نہ دیتے تھے اور دو دو چار چار آدمیوں سے زیادہ آدمیوں کا ایک جگہ جمع ہونا ناممکن تھا۔ باغی فوج کے مقابلہ کا خیال بھی دل میں لانا محال تھا۔ اور اگر بعض من چلے جنگ پر آمادہ بھی ہوتے تو سوائے ہلاکت کے اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا۔ مسجد ایک ایسی جگہ تھی جہاں لوگ جمع ہو سکتے تھے۔ مگر ان لوگوں نے نہایت ہوشیاری سے اس کا بھی انتظام کر لیا تھا اور وہ یہ کہ نماز سے پہلے تمام مسجد میں پھیل جاتے اور اہل مدینہ کو اس طرح ایک دوسرے سے جدا جدا رکھتے کہ وہ کچھ نہ کر سکتے۔

حضرت عثمانؓ کا مفسدوں کو نصیحت کرنا

باوجود اس شور و فساد کے حضرت عثمانؓ نماز پڑھانے کے لئے باقاعدہ مسجد میں تشریف لاتے اور یہ لوگ بھی آپ سے اس معاملہ میں تعرض نہ کرتے اور امامت نماز سے نہ روکتے حتیٰ کہ ان لوگوں کے مدینہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سب سے پہلا جمعہ آیا۔ حضرت عثمانؓ نے جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر ان لوگوں کو نصیحت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اے دشمنان اسلام! خدا تعالیٰ کا خوف کرو۔ تمام اہل مدینہ اس بات کو جانتے ہیں کہ تم لوگوں پر رسول کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ پس توبہ کرو اور اپنے گناہوں کو نیکیوں کے ذریعے سے مٹاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو نیکیوں کے سوا کسی اور چیز سے نہیں مٹاتا۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ انصاری کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں اس امر کی تصدیق کرتا ہوں۔ ان لوگوں نے سمجھا کہ حضرت عثمانؓ پر تو ہمارے ساتھی بدظن ہیں لیکن صحابہؓ نے اگر آپ کی تصدیق کرنی شروع کی اور ہماری جماعت کو معلوم ہؤا کہ رسول کریم ﷺ نے ہماری نسبت خاص طور پر پیشگوئی فرمائی تھی تو عوام شاید ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ اس لئے انہوں نے اس سلسلہ کو روکنا شروع کیا۔ اور محمد بن مسلمہؓ رسول کریم ﷺ کے مقرب صحابی کو جو تائید خلافت کے لئے نہ کسی فتنہ کے برپا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ حکیم بن جبلہ ڈاکو نے جس کا ذکر میں شروع میں کر چکا ہوں جبراً پکڑ کر بٹھا دیا۔ اس پر زید بن ثابتؓ جن کو قرآن کریم کے جمع کرنے کی عظیم الشان خدمت سپرد ہوئی تھی تصدیق کے لئے کھڑے ہوئے مگر ان کو بھی ایک اور شخص نے بٹھا دیا۔

مفسدوں کا عصائے نبوی کو توڑنا

اس کے بعد اس محبت اسلام کا دعویٰ کرنے والی جماعت کے ایک فرد نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے وہ عصا جس پر رسول کریم ﷺ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ

اور حضرت عمرؓ ایسا ہی کرتے رہے چھین لیا اور اس پر اکتفانہ کی بلکہ رسول کریم ﷺ کی اس یادگار کو جو امت اسلام کے لئے ہزاروں برکتوں کا موجب تھی اپنے گھٹنوں پر رکھ کر توڑ دیا۔ حضرت عثمانؓ سے ان کو نفرت سہی خلافت سے ان کو عداوت سہی، مگر رسول کریم ﷺ سے تو ان کو محبت کا دعویٰ تھا۔ پھر رسول کریم ﷺ کی اس یادگار کو اس بے ادبی کے ساتھ توڑ دینے کی ان کو کیونکر جرأت ہوئی۔ یورپ آج دہریت کی انتہائی حد کو پہنچا ہؤا ہے مگر یہ احساس اس میں بھی باقی ہے کہ اپنے بزرگوں کی یادگاروں کی قدر کرے۔ مگر ان لوگوں نے باوجود دعوائے اسلام کے رسول کریم ﷺ کے عصائے مبارک کو توڑ کر پھینک دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نصرت کا جوش صرف دکھاوے کا تھا ورنہ اس گروہ کے سردار اسلام سے ایسے ہی دور تھے جیسے کہ آج اسلام کے سب سے بڑے دشمن۔

مفسدوں کا مسجد نبوی میں کنکر برسانا اور حضرت عثمانؓ کو زخمی کرنا

رسول کریم ﷺ کا عصا توڑ کر بھی ان لوگوں کے دلوں کو ٹھنڈک نہ حاصل ہوئی اور انہوں نے اس مسجد میں جس کی بنیاد محمد رسول اللہ ﷺ نے رکھی تھی اور جس کی تعمیر نہایت مقدس ہاتھوں سے ہوئی تھی کنکروں کا مینہ برسانا شروع کیا اور کنکر مار مار کر صحابہ کرامؓ اور اہل مدینہ کو مسجد نبوی سے باہر نکال دیا اور حضرت عثمانؓ پر اس قدر کنکر برسائے گئے کہ آپ بے ہوش ہو کر منبر پر سے گر گئے اور چند آدمی آپ کو اٹھا کر گھر چھوڑ آئے۔

یہ اس محبت کا نمونہ تھا جو ان لوگوں کو اسلام اور حاملانِ شریعتِ اسلام سے تھی۔ اور یہ وہ اخلاق فاضلہ تھے جن کو یہ لوگ حضرت عثمانؓ کو خلافت سے علیحدہ کر کے عالم اسلام میں جاری کرنا چاہتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں کھڑی ہونے والی جماعت صحابہؓ سے کوئی تعلق رکھتی تھی۔ یا یہ کہ فی الواقع حضرت عثمانؓ کی بعض کارروائیوں سے وہ شورش کرنے پر مجبور ہوئے تھے یا یہ کہ حمیتِ اسلامیہ ان کے غیظ و غضب کا باعث تھی۔ ان کی بد عملیاں اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ نہ اسلام سے ان کو کوئی تعلق تھا نہ دین سے ان کو کوئی محبت تھی۔ نہ صحابہؓ سے ان کو کوئی اُنس تھا۔ وہ اپنی مخفی اغراض کے پورا کرنے کے لئے ملک کے امن و امان کو تباہ کرنے پر آمادہ ہو رہے تھے اور اسلام کے قلعہ میں نقب زنی کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

صحابہؓ کی مفسدوں کے خلاف جنگ پر آمادگی

اس واقعہ ہائلہ کے بعد صحابہؓ اور اہل مدینہ نے سمجھ لیا کہ ان لوگوں کے دلوں میں اس سے بھی زیادہ بغض بھرا ہؤا ہے جس قدر کہ یہ ظاہر کرتے ہیں۔ گو وہ کچھ کر نہیں سکتے تھے مگر بعض صحابہؓ جو اس حالت سے موت کو بہتر سمجھتے تھے اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو جاوے ہم ان سے جنگ کریں گے۔ اس دو تین ہزار کے لشکر کے مقابلہ میں چار پانچ آدمیوں کا لڑنا دنیا داری کی نظروں میں شاید جنون معلوم ہو۔ لیکن جن لوگوں نے اسلام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہؤا تھا انہیں اس کی حمایت میں لڑنا کچھ بھی دو بھر نہیں معلوم ہو تا تھا۔ ان لڑائی پر آمادہ ہو جانے والوں میں مفصلہ ذیل صحابہؓ بھی شامل تھے۔ سعد بن مالکؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، زید بن صامتؓ، اور حضرت امام حسنؓ۔ جب حضرت عثمانؓ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فوراً ان کو کہلا بھیجا کہ ہرگز ان لوگوں سے نہ لڑیں اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔

حضرت عثمانؓ کی محبت جو آپ کو صحابہؓ رسول کریم ﷺ اور آپ کے اہل بیت سے تھی اس نے بے شک اس لڑائی کو جو چند جان فروش صحابہؓ اور اس دو تین ہزار کے باغی لشکر کے درمیان ہونے والی تھی روک دیا۔ مگر اس واقعہ سے یہ بات ہمیں خوب اچھی طرح سے معلوم ہو جاتی ہے کہ صحابہؓ میں ان لوگوں کی شرارتوں پر کس قدر جوش پیدا ہو رہا تھا۔ کیونکہ چند آدمیوں کا ایک لشکر جرار کے مقابلہ پر آمادہ ہو جانا ایسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ لوگ اس لشکر کی اطاعت کو موت سے بدتر خیال کریں۔ اس جماعت میں ابو ہریرہؓ اور امام حسنؓ کی شرکت خاص طور پر قابل غور ہے۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ فوجی آدمی نہ تھے اور اس سے پیشتر کوئی خاص فوجی خدمت ان سے نہیں ہوئی۔ اسی طرح حضرت امام حسنؓ گو ایک جری باپ کے بیٹے اور خود جری اور بہادر تھے مگر آپ صلح اور امن کو بہت پسند فرماتے تھے اور رسول کریم ﷺ کی ایک پیشگوئی کے مطابق صلح کے شہزادے تھے۔ (مستدرک الحاکم الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ باب اخبار النبی بان الحسن یصلح بہ بین فئتین من المسلمین) ان دو شخصوں کا اس موقع پر تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو جانا دلالت کرتا ہے کہ صحابہؓ اور دیگر اہل مدینہ ان مفسدوں کی شرارت پر سخت ناراض تھے۔

مدینہ میں مفسدوں کے تین بڑے ساتھی صرف تین شخص مدینہ کے باشندے ان لوگوں کے ساتھی تھے ایک تو محمد بن ابی بکر جو حضرت ابو بکرؓ کے لڑکے تھے۔ اور مؤرخین کا خیال ہے کہ بوجہ اس کے کہ لوگ ان کے باپ کے سبب ان کا ادب کرتے تھے ان کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ میں بھی کوئی حیثیت رکھتا ہوں۔ ورنہ نہ ان کو دنیا میں کوئی سبقت حاصل تھی نہ رسول کریم ﷺ کی صحبت حاصل تھی نہ بعد میں ہی خاص طور پر دینی تعلیم حاصل کی حجتہ الوادع کے ایام میں پیدا ہوئے اور رسول کریم ﷺ کی وفات کے وقت ابھی دودھ پیتے بچے تھے۔ چوتھے سال ہی میں تھے کہ حضرت ابو بکرؓ فوت ہو گئے اور اس بے نظیر انسان کی تربیت سے بھی فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملا۔

(تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۷۰ مطبوعہ لاہور)

دوسرا شخص محمد بن ابی حذیفہ تھا یہ بھی صحابہؓ میں سے نہ تھا اس کے والد یمامہ کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت عثمانؓ نے اس کی تربیت اپنے ذمہ لے لی تھی اور بچپن سے آپ نے اسے پالا تھا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو اس نے آپ سے کوئی عہدہ طلب کیا۔ آپ نے انکار کیا اس پر اس نے اجازت چاہی کہ میں کہیں باہر جا کر کوئی کام کروں۔ آپ نے اجازت دے دی اور یہ مصر چلا گیا۔ وہاں جا کر عبد اللہ بن سبا کے ساتھیوں سے مل کر حضرت عثمانؓ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ جب اہل مصر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو یہ ان کے ساتھ ہی آیا۔ مگر کچھ دور تک آکر واپس چلا گیا اور اس فتنہ کے وقت مدینہ میں نہیں تھا۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۳۰۲۹ مطبوعہ بیروت)

تیسرے شخص عمار بن یاسر تھے یہ صحابہؓ میں سے تھے اور ان کے دھوکا کھانے کی وجہ یہ تھی کہ یہ سیاست سے باخبر نہ تھے۔ جب حضرت عثمانؓ نے ان کو مصر بھیجا کہ وہاں کے والی کے انتظام کے متعلق رپورٹ کریں تو عبد اللہ بن سبا نے ان کا استقبال کر کے ان کے خیالات کو مصر کے گورنر کے خلاف کر دیا۔ اور چونکہ وہ گورنر ایسے لوگوں میں سے تھا۔ جنہوں نے ایام کفر میں رسول کریم ﷺ کی سخت مخالفت کی تھی اور فتح مکہ کے بعد اسلام لایا تھا۔ اس لئے آپ بہت جلد ان لوگوں کے قبضہ میں آگئے۔ والی کے خلاف بدظنی پیدا کرنے کے بعد آہستہ آہستہ حضرت عثمانؓ پر بھی انہوں نے ان کو بدظن کر دیا۔ مگر انہوں نے عملاً فساد میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ کیونکہ باوجود اس کے کہ مدینہ پر حملہ کے وقت یہ مدینہ میں موجود تھے سوائے اس کے کہ

اپنے گھر میں خاموش بیٹھے رہے ہوں اور ان مفسدوں کا مقابلہ کرنے میں انہوں نے کوئی حصہ نہ لیا ہو عملی طور پر انہوں نے فساد میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور ان مفسدوں کی بد اعمالیوں سے ان کا دامن بالکل پاک ہے۔

حضرت عثمانؓ کو خلافت سے دست برداری کیلئے مجبور کیا جانا

ان تین کے سوا باقی کوئی شخص اہل مدینہ میں سے صحابیؓ ہو یا غیر صحابی ان مفسدوں کا ہمدرد نہ تھا۔ اور ہر ایک شخص ان پر لعنت ملامت کرتا تھا۔ مگر ان کے ہاتھ میں اس وقت سب انتظام تھا یہ کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ بیس دن تک یہ لوگ صرف زبانی طور پر کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح حضرت عثمانؓ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ مگر حضرت عثمانؓ نے اس امر سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ جو قمیض مجھے خدا تعالیٰ نے پہنائی ہے میں اسے اتار نہیں سکتا۔ اور نہ امت محمد ﷺ کو بے پناہ چھوڑ سکتا ہوں کہ جس کا جی چاہے دوسرے پر ظلم کرے۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۹۹۰ مطبوعہ بیروت) اور ان لوگوں کو بھی سمجھاتے رہے کہ اس فساد سے باز آجاویں اور فرماتے رہے کہ آج یہ لوگ فساد کرتے ہیں اور میری زندگی سے بیزار ہیں۔ مگر جب میں نہ رہوں گا تو خواہش کریں گے کہ کاش عثمانؓ کی عمر کا ایک ایک دن ایک ایک سال سے بدل جاتا اور وہ ہم سے جلدی رخصت نہ ہوتا۔ کیونکہ میرے بعد سخت خون ریزی ہوگی اور حقوق کا اتلاف ہوگا اور انتظام کچھ کا کچھ بدل جائے گا (چنانچہ بنو امیہ کے زمانہ میں خلافت حکومت سے بدل گئی اور ان مفسدوں کو ایسی سزائیں ملیں کہ سب شرارتیں ان کو بھول گئیں)۔

حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ

بیس دن گزرنے کے بعد ان لوگوں کو خیال ہؤا کہ اب جلدی ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہئے تا ایسا نہ ہو کہ صوبہ جات سے فوجیں آجاویں اور ہمیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عثمانؓ کا گھر سے نکلنا بند کر دیا۔ اور کھانے پینے کی چیزوں کا اندر جانا بھی روک دیا اور سمجھے کہ شاید اس طرح مجبور ہو کر حضرت عثمانؓ ہمارے مطالبات کو قبول کر لیں گے۔

مدینہ کا انتظام اب ان لوگوں کے ہاتھ میں تھا اور تینوں فوجوں نے مل کر مصر کی فوجوں کے سردار غافقی کو اپنا سردار تسلیم کر لیا تھا۔ اس طرح مدینہ کا حاکم گویا اس وقت غافقی تھا اور کوفہ کی فوج کا سردار اشتر اور بصرہ کی فوج کا سردار حکیم بن جبلہ (وہی ڈاکو جسے اہل ذمہ کے مال

لوٹنے پر حضرت عثمانؓ نے بصرہ میں نظر بند کر دینے کا حکم دیا تھا) دونوں غافقی کے ماتحت کام کرتے تھے۔ اور اس سے ایک دفعہ پھر یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس فتنہ کی اصل جڑ مصری تھے۔ جہاں عبداللہ بن سبا کام کر رہا تھا۔ مسجد نبوی میں غافقی نماز پڑھاتا تھا اور رسول کریم ﷺ کے صحابہؓ اپنے گھروں میں مقیّد رہتے یا اس کے پیچھے نماز ادا کرنے پر مجبور تھے۔

جب تک ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا تب تک تو لوگوں سے زیادہ تعرّض نہیں کرتے تھے مگر محاصرہ کرنے کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں پر بھی سختیاں شروع کر دیں۔ اب مدینہ دارالامن کی بجائے دارالحرب ہو گیا۔ اہل مدینہ کی عزت اور ننگ و ناموس خطرہ میں تھی اور کوئی شخص اسلحہ کے بغیر گھر سے نہیں نکلتا تھا اور جو شخص ان کا مقابلہ کرتا اسے قتل کر دیتے تھے۔

حضرت علیؓ کا محاصرہ کرنے والوں کو نصیحت کرنا

جب ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا اور پانی تک اندر جانے سے روک دیا تو حضرت عثمانؓ نے اپنے ایک ہمسایہ کے لڑکے کو حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور امہات المؤمنین کی طرف بھیجا کہ ان لوگوں نے ہمارا پانی بھی بند کر دیا ہے۔ آپ لوگوں سے اگر کچھ ہو سکے تو کوشش کریں اور ہمیں پانی پہنچائیں۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ آئے اور آپ نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ تم لوگوں نے کیا رویہ اختیار کیا ہے۔ تمہارا عمل تو نہ مؤمنوں سے ملتا ہے نہ کافروں سے۔ حضرت عثمانؓ کے گھر میں کھانے پینے کی چیزیں مت روکو۔ روم اور فارس کے لوگ بھی قید کرتے ہیں تو کھانا کھلاتے ہیں اور پانی پلاتے ہیں۔ اور اسلامی طریق کے موافق تو تمہارا یہ فعل کسی طرح جائز نہیں۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم ان کو قید کر دینے اور قتل کر دینے کو جائز سمجھنے لگے ہو۔ حضرت علیؓ کی اس نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ خواہ کچھ ہو جائے ہم اس شخص تک دانہ پانی نہ پہنچنے دیں گے۔ یہ وہ جواب تھا جو انہوں نے اس شخص کو دیا جسے وہ رسول کریم ﷺ کا وصی اور آپ کا حقیقی جانشین قرار دیتے تھے۔ اور کیا اس جواب کے بعد کسی اور شہادت کی بھی اس امر کے ثابت کرنے کے لئے ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ یہ حضرت علیؓ کا وصی قرار دینے والا گروہ حق کی حمایت اور اہل بیت کی محبت کی خاطر اپنے گھروں سے نہیں نکلا تھا بلکہ اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنے کے لئے۔

حضرت ام حبیبہؓ سے مفسدوں کا سلوک

امہات المؤمنین میں سے سب سے پہلے حضرت ام حبیبہؓ آپ کی مدد کے لئے آئیں۔ ایک خچر پر آپ سوار تھیں۔ آپ اپنے ساتھ ایک مشکیزہ پانی کا بھی لائیں۔ لیکن اصل غرض آپ کی یہ تھی کہ بنو امیہ کے یتامٰی اور بیواؤں کی وصیتیں حضرت عثمانؓ کے پاس تھیں۔ اور آپ نے جب دیکھا کہ حضرت عثمانؓ کا پانی باغیوں نے بند کر دیا ہے تو آپ کو خوف ہؤا کہ وہ وصایا بھی کہیں تلف نہ ہو جائیں اور آپ نے چاہا کہ کسی طرح وہ وصایا محفوظ کرلی جائیں۔ ورنہ پانی آپ کسی اور ذریعہ سے بھی پہنچا سکتی تھیں۔ جب آپ حضرت عثمانؓ کے دروازے تک پہنچیں تو باغیوں نے آپ کو روکنا چاہا لوگوں نے بتایا کہ یہ ام المؤمنین ام حبیبہؓ ہیں مگر اس پر بھی وہ لوگ باز نہ آئے اور آپ کی خچر کو مارنا شروع کیا۔ ام المؤمنین امّ حبیبہؓ نے فرمایا کہ میں ڈرتی ہوں کہ بنو امیہ کے یتامٰی اور بیوگان کی وصایا ضائع نہ ہو جائیں۔ اس لئے اندر جانا چاہتی ہوں تاکہ ان کی حفاظت کا سامان کر دوں۔ مگر ان بد بختوں نے آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہّرہ کو جواب دیا کہ تم جھوٹ بولتی ہو اور آپ کی خچر پر حملہ کرکے اس کے پالان کے رسّے کاٹ دیئے اور زین الٹ گئی۔ اور قریب تھا کہ حضرت امّ حبیبہؓ گر کر ان مفسدوں کے پیروں کے نیچے روندی جا کر شہید ہو جاتیں کہ بعض اہل مدینہ نے جو قریب تھے جھپٹ کر آپ کو سنبھالا اور گھر پہنچا دیا۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۳۰۱۰ مطبوعہ بیروت)

حضرت ام حبیبہؓ کی دینی غیرت کا نمونہ

یہ وہ سلوک تھا جو ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ سے کیا۔ حضرت ام حبیبہؓ آنحضرت ﷺ سے ایسا اخلاص اور عشق رکھتی تھیں کہ جب پندرہ[15] سولہ[16] سال کی جدائی کے بعد آپ کا باپ جو عرب کا سردار تھا اور مکہ میں ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا تھا ایک خاص سیاسی مشن پر مدینہ آیا اور آپ کے ملنے کیلئے گیا۔ تو آپ نے اسکے نیچے سے رسول کریم ﷺ کا بستر کھینچ لیا۔ اس لئے کہ خدا کے رسول کے پاک کپڑے سے ایک مشرک کے نجس جسم کو چھوتے ہوئے دیکھنا آپ کی طاقت برداشت سے باہر تھا۔ تعجب ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ نے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی غیبت میں آپ کے کپڑے تک کی حُرمت کا خیال رکھا مگر ان مفسدوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی غَیبت میں آپکے حرم محترم کی حُرمت کا بھی خیال نہ کیا۔ نادانوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ کی بیوی جھوٹی ہیں حالانکہ جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا وہ

درست تھا۔ حضرت عثمانؓ بنو امیہ کے یتامیٰ کے ولی تھے اور ان لوگوں کی بڑھتی ہوئی عداوت کو دیکھ کر آپ کا خوف درست تھا کہ یتامیٰ اور بیواؤں کے اموال ضائع نہ ہو جائیں۔ جھوٹے وہ تھے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے ان کے دین کی تباہی کا بیڑا اٹھایا تھا نہ ام المؤمنین امّ حبیبہؓ۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۳۰۲۹ مطبوعہ بیروت)

حضرت عائشہؓ کی حج کے لئے تیاری

حضرت امّ حبیبہؓ کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا گیا تھا۔ جب اس کی خبر مدینہ میں پھیلی تو صحابہؓ اور اہل مدینہ حیران رہ گئے اور سمجھ لیا کہ اب ان لوگوں سے کسی قسم کی خیر کی امید رکھنی فضول ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اسی وقت حج کا ارادہ کر لیا اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ جب لوگوں کو معلوم ہؤا کہ آپ مدینہ سے جانے والی ہیں تو بعض نے آپ سے درخواست کی کہ اگر آپ یہیں ٹھہریں تو شاید فتنہ کے روکنے میں کوئی مدد ملے اور باغیوں پر کچھ اثر ہو۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ مجھ سے بھی وہی سلوک ہو جو امّ حبیبہؓ سے ہؤا ہے خدا کی قسم! میں اپنی عزت کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتی (کیونکہ وہ رسول کریم ﷺ کی عزت تھی) اگر کسی قسم کا معاملہ مجھ سے کیا گیا۔ تو میری حفاظت کا کیا سامان ہو گا خدا ہی جانتا ہے کہ یہ لوگ اپنی شرارتوں میں کہاں تک ترقی کریں گے اور ان کا کیا انجام ہو گا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے چلتے چلتے ایک ایسی تدبیر کی جو اگر کارگر ہو جاتی تو شاید فساد میں کچھ کمی ہو جاتی۔ اور وہ یہ کہ اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کو کہلا بھیجا کہ تم بھی میرے ساتھ حج کو چلو مگر اس نے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کیا کروں بے بس ہوں۔ اگر میری طاقت ہوتی تو ان لوگوں کو اپنے ارادوں میں کبھی کامیاب نہ ہونے دیتی۔

حضرت عثمانؓ کا والیان صوبہ جات کو مراسلہ

حضرت عائشہؓ تو حج کو تشریف لے گئیں اور بعض صحابہؓ بھی جن سے ممکن ہو سکا اور مدینہ سے نکل سکے مدینہ سے تشریف لے گئے اور باقی لوگ سوائے چند اکابر صحابہؓ کے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور آخر حضرت عثمانؓ کو بھی یہ محسوس ہو گیا کہ یہ لوگ نرمی سے مان نہیں سکتے اور آپ نے ایک خط تمام والیان صوبہ جات کے نام روانہ کیا جس کا خلاصہ یہ تھا۔

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد بِلا کسی خواہش یا درخواست کے مجھے ان لوگوں میں

شامل کیا گیا تھا جنہیں خلافت کے متعلق مشورہ کرنے کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ پھر بلا میری خواہش یا سوال کے مجھے خلافت کے لئے چُنا گیا اور میں برابر وہ کام کرتا رہا جو مجھ سے پہلے خلفاءؓ کرتے رہے اور میں نے اپنے پاس سے کوئی بدعت نہیں نکالی۔ لیکن چند لوگوں کے دلوں میں بدی کا بیج بویا گیا اور شرارت جاگزیں ہوئی اور انہوں نے میرے خلاف منصوبے کرنے شروع کر دیئے۔ اور لوگوں کے سامنے کچھ ظاہر کیا اور دل میں کچھ اور رکھا اور مجھ پر وہ الزام لگانے شروع کئے جو مجھ سے پہلے خلفاءؓ پر بھی لگتے تھے۔ لیکن میں معلوم ہوتے ہوئے خاموش رہا۔ اور یہ لوگ میرے رحم سے ناجائز فائدہ اٹھا کر شرارت میں اور بھی بڑھ گئے۔ اور آخر کفار کی طرح مدینہ پر حملہ کر دیا۔ پس آپ لوگ اگر کچھ کر سکیں تو مدد کا انتظام کریں۔ اسی طرح ایک خط جس کا خلاصۂ مطلب ذیل میں درج ہے حج پر آنے والوں کے نام لکھ کر کچھ دن بعد روانہ کیا۔

حضرت عثمانؓ کا حاجیوں کے نام خط

میں آپ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور اس کے انعامات یاد دلاتا ہوں۔ اس وقت کچھ لوگ فتنہ پردازی کر رہے ہیں اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش میں مشغول ہیں۔ مگر ان لوگوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ (النور:۵۶) اور اتفاق کی قدر نہیں کی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا۔ (آل عمران: ۱۰۴) اور مجھ پر الزام لگانے والوں کی باتوں کو قبول کیا اور قرآن کریم کے اس حکم کی پرواہ نہ کی کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا (الحجرات: ۷) اور میری بیعت کا ادب نہیں کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کی نسبت فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (الفتح:۱۱) اور میں رسول کریم ﷺ کا نائب ہوں۔ کوئی امت بغیر سردار کے ترقی نہیں کر سکتی اور اگر کوئی امام نہ ہو تو جماعت کا تمام کام خراب و برباد ہو جائے گا۔ یہ لوگ امت اسلامیہ کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے سوا ان کی کوئی غرض نہیں۔ کیونکہ میں نے ان کی بات کو قبول کر لیا تھا اور والیوں کے بدلنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ مگر انہوں نے اس پر بھی شرارت نہ چھوڑی۔ اب یہ تین باتوں میں سے ایک کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اول یہ کہ جن لوگوں کو میرے عہد میں سزا ملی ہے ان سب کا قصاص مجھ سے لیا جاوے۔ اگر یہ مجھے منظور نہ ہو تو پھر

خلافت کو چھوڑ دوں اور یہ لوگ میری جگہ کسی اور کو مقرر کر دیں۔ یہ بھی نہ مانوں تو پھر یہ لوگ دھمکی دیتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے تمام ہم خیال لوگوں کو پیغام بھیجیں گے کہ وہ میری اطاعت سے باہر ہو جائیں۔ پہلی بات کا تو یہ جواب ہے کہ مجھ سے پہلے خلفاءؓ بھی کبھی فیصلوں میں غلطی کرتے تھے مگر ان کو کبھی سزا نہ دی گئی اور اس قدر سزائیں مجھ پر جاری کرنے کا مطلب سوائے مجھے مارنے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

خلافت سے معزول ہونے کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر یہ لوگ موچنوں سے میری بوٹیاں کر دیں تو یہ مجھے منظور ہے۔ مگر خلافت سے میں جدا نہیں ہو سکتا۔

باقی رہی تیسری بات کہ پھر یہ لوگ اپنے آدمی چاروں طرف بھیجیں گے کہ کوئی میری بات نہ مانے۔ سو میں خدا کی طرف سے ذمہ دار نہیں ہوں اگر یہ لوگ ایک امر خلاف شریعت کرنا چاہتے ہیں تو کریں۔ پہلے بھی جب انہوں نے میری بیعت کی تھی تو میں نے ان پر جبر نہیں کیا تھا۔ جو شخص عہد توڑنا چاہتا ہے میں اس کے اس فعل پر راضی نہیں نہ خدا تعالیٰ راضی ہے۔ ہاں وہ اپنی طرف سے جو چاہے کرے۔

چونکہ حج کے دن قریب آرہے تھے اور چاروں طرف سے لوگ مکہ مکرمہ میں جمع ہو رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اس خیال سے کہ کہیں وہاں بھی کوئی فساد نہ کھڑا کریں اور اس خیال سے بھی کہ حج کے لئے جمع ہونے والے مسلمانوں میں اہل مدینہ کی مدد کی تحریک کریں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو حج کا امیر بنا کر روانہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی عرض کی کہ ان لوگوں سے جہاد کرنا مجھے زیادہ پسند ہے مگر حضرت عثمانؓ نے ان کو مجبور کیا کہ وہ حج کے لئے جاویں۔ اور حج کے ایام میں امیر حج کا کام کریں تاکہ مفسد وہاں اپنی شرارت نہ پھیلا سکیں اور وہاں جمع ہونے والے لوگوں میں بھی مدینہ کے لوگوں کی مدد کی تحریک کی جاوے۔ اور مذکورہ بالا خط آپ ہی کے ہاتھ روانہ کیا۔ جب ان خطوں کا ان مفسدوں کو علم ہؤا تو انہوں نے اور بھی سختی کرنا شروع کر دی۔ اور اس بات کا موقع تلاش کرنے لگے کہ کسی طرح لڑائی کا کوئی بہانہ مل جاوے تو حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیں مگر ان کی تمام کوششیں فضول جاتی تھیں اور حضرت عثمانؓ ان کو کوئی موقع شرارت کا ملنے نہ دیتے تھے۔

مفسدوں کا حضرت عثمانؓ کے گھر میں پتھر پھینکنا

آخر تنگ آکر یہ تدبیر سُوجھی کہ جب رات پڑتی اور لوگ سو

جاتے۔ حضرت عثمانؓ کے گھر میں پتھر پھینکتے۔ اور اس طرح اہل خانہ کو اشتعال دلاتے تاکہ جوش میں آکر وہ بھی پتھر پھینکیں تو لوگوں کو کہہ سکیں کہ انہوں نے ہم پر پہلے حملہ کیا ہے اس لئے ہم جواب دینے پر مجبور ہیں۔ مگر حضرت عثمانؓ نے اپنے تمام اہل خانہ کو جواب دینے سے روک دیا۔ ایک دن موقع پا کر دیوار کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لوگو! میں تو تمہارے نزدیک تمہارا گناہ گار ہوں مگر دوسرے لوگوں نے کیا قصور کیا ہے۔ تم پتھر پھینکتے ہو تو دوسروں کو بھی چوٹ لگنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ ہم نے پتھر نہیں پھینکے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تم نہیں پھینکتے تو اور کون پھینکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ پھینکتا ہو گا (نعوذ باللہ من ذالک) حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو۔ اگر خدا تعالیٰ ہم پر پتھر پھینکتا تو اس کا کوئی پتھر خطا نہ جاتا۔ لیکن تمہارے پھینکے ہوئے پتھر تو ادھر ادھر بھی جا پڑتے ہیں۔ یہ فرما کر آپ ان کے سامنے سے ہٹ گئے۔

فتنہ فرو کرنے میں صحابہؓ کی مساعی جمیلہ

گو صحابہؓ کو اب حضرت عثمانؓ کے پاس جمع ہونے کا موقع نہ دیا جاتا تھا مگر پھر بھی وہ اپنے فرض سے غافل نہ تھے۔ مصلحت وقت کے ماتحت انہوں نے دو حصوں میں اپنا کام تقسیم کیا ہؤا تھا۔ جو سن رسیدہ اور جن کا اخلاقی اثر عوام پر زیادہ تھا وہ تو اپنے اوقات کو لوگوں کے سمجھانے پر صرف کرتے اور جو لوگ ایسا کوئی اثر نہ رکھتے تھے یا نوجوان تھے وہ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کی کوشش میں لگے رہتے۔

اول الذکر جماعت میں سے حضرت علیؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ فاتح فارس فتنہ کے کم کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں تھے۔ خصوصاً حضرت علیؓ تو اس فتنہ کے ایام میں اپنے تمام کام چھوڑ کر اس کام میں لگ گئے تھے چنانچہ ان واقعات کی رؤیت کے گواہوں میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن نامی بیان کرتا ہے کہ ان ایام فتنہ میں مَیں نے دیکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے تمام کام چھوڑ دیئے تھے اور حضرت عثمانؓ کے دشمنوں کا غضب ٹھنڈا کرنے اور آپ کی تکالیف دور کرنے کی فکر میں ہی رات دن لگے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ تک پانی پہنچنے میں کچھ دیر ہوئی تو حضرت طلحہؓ پر جن کے سپرد یہ کام تھا آپ سخت ناراض ہوئے اور اس وقت تک آرام نہ کیا جب تک پانی حضرت عثمانؓ کے گھر میں پہنچ نہ گیا۔

دوسرا گروہ ایک ایک ' دو دو کر کے جس جس وقت موقع ملتا تھا تلاش کر کے حضرت عثمانؓ

یا آپ کے ہمسایہ گھروں میں جمع ہونا شروع ہؤا۔ اور اس نے اس امر کا پختہ ارادہ کرلیا کہ ہم اپنی جانیں دے دیں گے مگر حضرت عثمانؓ کی جان پر آنچ نہ آنے دیں گے۔ اس گروہ میں حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی اولاد کے سوائے خود صحابہؓ میں سے بھی ایک جماعت شامل تھی۔ یہ لوگ رات اور دن حضرت عثمانؓ کے مکان کی حفاظت کرتے تھے اور آپ تک کسی دشمن کو پہنچنے نہ دیتے تھے۔ اور گو یہ قلیل تعداد اس قدر کثیر لشکر کا مقابلہ تو نہ کر سکتی تھی مگر چونکہ باغی چاہتے تھے کوئی بہانہ رکھ کر حضرت عثمانؓ کو قتل کریں وہ بھی اس قدر زور نہ دیتے تھے۔ اس وقت کے حالات سے حضرت عثمانؓ کی اسلامی خیر خواہی پر جو روشنی پڑتی ہے اس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ تین ہزار کے قریب لشکر آپ کے دروازہ کے سامنے پڑا ہے اور کوئی تدبیر اس سے بچنے کی نہیں۔ مگر جو لوگ آپ کو بچانے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں ان کو بھی آپ روکتے ہیں کہ جاؤ اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو ان لوگوں کو صرف مجھ سے عداوت ہے تم سے کوئی تعرّض نہیں۔ آپ کی آنکھ اس وقت کو دیکھ رہی تھی جب کہ اسلام ان مفسدوں کے ہاتھوں سے ایک بہت بڑے خطرہ میں ہوگا۔ اور صرف ظاہری اتحاد ہی نہیں بلکہ روحانی انتظام بھی پراگندہ ہونے کے قریب ہو جاوے گا۔ اور آپ جانتے تھے کہ اس وقت اسلام کی حفاظت اور اس کے قیام کے لئے ایک ایک صحابیؓ کی ضرورت ہوگی پس آپ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کی جان بچانے کی بے فائدہ کوشش میں صحابہؓ کی جانیں جاویں اور سب کو یہی نصیحت کرتے تھے کہ ان لوگوں سے تعرّض نہ کرو اور چاہتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے آئندہ فتنوں کو دور کرنے کے لئے وہ جماعت محفوظ رہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی ہے۔ مگر باوجود آپ کے سمجھانے کے جن صحابہؓ کو آپ کے گھر تک پہنچنے کا موقع مل جاتا وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرتے اور آئندہ کے خطرات پر موجودہ خطرہ کو مقدم رکھتے اور اگر ان کی جانیں اس عرصہ میں محفوظ تھیں تو صرف اس لئے کہ ان لوگوں کو جلدی کی کوئی ضرورت نہ معلوم ہوتی تھی اور بہانہ کی تلاش تھی۔ لیکن وہ وقت بھی آخر آگیا جب کہ زیادہ انتظار کرنا ناممکن ہوگیا۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ کا وہ دل کے ہِلا دینے والا پیغام جو آپ نے حج پر جمع ہونے والے مسلمانوں کو بھیجا تھا حُجّاج کے مجمع میں سنا دیا گیا تھا اور وادی مکہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کی آواز سے گونج رہی تھی اور حج پر جمع ہونے والے مسلمانوں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ حج کے بعد جہاد کے ثواب سے بھی محروم نہ رہیں گے اور مصری مفسدوں اور

ان کے ساتھیوں کا قلع قمع کر کے چھوڑیں گے۔ مفسدوں کے جاسوسوں نے انہیں اس ارادہ کی اطلاع دے دی تھی اور اب ان کے کیمپ میں سخت گھبراہٹ کے آثار تھے۔ حتیٰ کہ ان میں چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں کہ اب اس شخص کے قتل کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اور اگر اسے ہم نے قتل نہ کیا تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہمارے قتل میں کوئی شبہ نہیں۔

اس گھبراہٹ کو اس خبر نے اور بھی دوبالا کر دیا کہ شام اور کوفہ اور بصرہ میں بھی حضرت عثمانؓ کے خطوط پہنچ گئے ہیں اور وہاں کے لوگ جو پہلے سے ہی حضرت عثمانؓ کے احکام کے منتظر تھے ان خطوط کے پہنچنے پر اور بھی جوش سے بھر گئے ہیں اور صحابہؓ نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے مسجدوں اور مجلسوں میں تمام مسلمانوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلا کر ان مفسدوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں جس نے آج جہاد نہ کیا اس نے گویا کچھ بھی نہ کیا۔ کوفہ میں عقبہ بن عمرو' عبداللہ بن ابی اوفی اور حنظلہ بن ربیع التمیمی اور دیگر صحابہ کرامؓ نے لوگوں کو اہل مدینہ کی مدد کے لئے ابھارا ہے تو بصرہ میں عمران بن حصین' انس بن مالک' ہشام بن عامر اور دیگر صحابہ نے۔ شام میں اگر عبادہ بن صامت' ابو امامہؓ اور دیگر صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ کی آواز پر لبیک کہنے پر لوگوں کو اکسایا ہے تو مصر میں خارجہ و دیگر لوگوں نے۔ اور سب ملکوں سے فوجیں اکٹھی ہو کر مدینہ کی طرف بڑھی چلی آتی ہیں۔

(طبری جلد ۶ صفحہ ۲۹۶۰ مطبوعہ بیروت)

حضرت عثمانؓ کے گھر پر مفسدوں کا حملہ

غرض ان خبروں سے باغیوں کی گھبراہٹ اور بھی بڑھ گئی آخر حضرت عثمانؓ کے گھر پر حملہ کر کے بزور اندر داخل ہونا چاہا صحابہؓ نے مقابلہ کیا اور آپس میں سخت جنگ ہوئی گو صحابہؓ کم تھے مگر ان کی ایمانی غیرت ان کی کمی کی تعداد کو پورا کر رہی تھی۔ جس جگہ لڑائی ہوئی یعنی حضرت عثمانؓ کے گھر کے سامنے وہاں جگہ بھی تنگ تھی۔ اس لئے بھی مفسد اپنی کثرت سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ حضرت عثمانؓ کو جب اس لڑائی کا علم ہؤا تو آپ نے صحابہؓ کو لڑنے سے منع کیا۔ مگر وہ اس وقت حضرت عثمانؓ کو اکیلا چھوڑ دینا ایمانداری کے خلاف اور اطاعت کے حکم کے متضاد خیال کرتے تھے اور باوجود حضرت عثمانؓ کو اللہ کی قسم دینے کے انہوں نے لوٹنے سے انکار کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کا صحابہؓ کو وصیت کرنا

آخر حضرت عثمانؓ نے ڈھال ہاتھ میں پکڑی اور باہر تشریف لے آئے اور صحابہؓ کو اپنے مکان کے اندر لے گئے اور دروازے بند کرا دیئے اور آپ نے سب صحابہؓ اور ان کے مددگاروں کو وصیت کی کہ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دنیا اس لئے نہیں دی کہ تم اس کی طرف جھک جاؤ۔ بلکہ اس لئے دی ہے کہ تم اس کے ذریعہ سے آخرت کے سامان جمع کرو۔ یہ دنیا تو فنا ہو جاوے گی اور آخرت ہی باقی رہے گی۔ پس چاہئے کہ فانی چیز تم کو غافل نہ کرے۔ باقی رہنے والی چیز کو فانی ہو جانے والی چیز پر مقدم کرو اور خدا تعالیٰ کی ملاقات کو یاد رکھو اور جماعت کو پراگندہ نہ ہونے دو۔ اور اس نعمت الٰہی کو مت بھولو کہ تم ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے تھے اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو نجات دے کر بھائی بھائی بنا دیا اس کے بعد آپ نے سب کو رخصت کیا۔ اور کہا کہ خدا تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ تم سب اب گھر سے باہر جاؤ اور ان صحابہؓ کو بھی بلواؤ جن کو مجھ تک آنے نہیں دیا تھا۔ خصوصاً حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کو۔

یہ لوگ باہر آ گئے اور دوسرے صحابہؓ کو بھی بلوایا گیا۔ اس وقت کچھ ایسی کیفیت پیدا ہو رہی تھی اور ایسی افسردگی چھا رہی تھی کہ باغی بھی اس سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ اور کیوں نہ ہوتا سب دیکھ رہے تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جلائی ہوئی ایک شمع اب اس دنیا کی عمر کو پوری کر کے اس دنیا کے لوگوں کی نظر سے اوجھل ہونے والی ہے۔ غرض باغیوں نے زیادہ تعرض نہ کیا اور سب صحابہؓ جمع ہوئے۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ گھر کی دیوار پر چڑھے اور فرمایا میرے قریب ہو جاؤ۔ جب سب قریب ہو گئے تو فرمایا کہ اے لوگو! بیٹھ جاؤ۔ اس پر صحابہؓ بھی اور مجلس کی ہیبت سے متأثر ہو کر باغی بھی بیٹھ گئے۔ جب سب بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ اہل مدینہ! میں تم کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے بعد تمہارے لئے خلافت کا کوئی بہتر انتظام فرما دے۔ آج کے بعد اس وقت تک کہ خدا تعالیٰ میرے متعلق کوئی فیصلہ فرما دے میں باہر نہیں نکلوں گا اور میں کسی کو کوئی ایسا اختیار نہیں دے جاؤں گا کہ جس کے ذریعہ سے دین یا دنیا میں وہ تم پر حکومت کرے۔ اور اس امر کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دوں گا کہ وہ جسے چاہے اپنے کام کے لئے پسند کرے۔ اس کے بعد صحابہ و دیگر اہل مدینہ کو قسم دی کہ وہ آپ کی حفاظت کر کے اپنی جانوں کو خطرہ عظیم میں نہ ڈالیں اور اپنے گھروں کو چلے

جاویں۔

آپ کے اس حکم نے صحابہؓ میں ایک بہت بڑا اختلاف پیدا کر دیا۔ ایسا اختلاف کہ جس کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔ صحابہؓ حکم ماننے کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ مگر آج اس حکم کے ماننے میں ان میں سے بعض کو اطاعت نہیں غداری کی بُو نظر آتی تھی۔ بعض صحابہؓ نے تو اطاعت کے پہلو کو مقدم سمجھ کر بادل ناخواستہ آئندہ کے لئے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا اور غالباً انہوں نے سمجھا کہ ہمارا کام صرف اطاعت ہے یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ ہم دیکھیں کہ اس حکم پر عمل کرنے کے کیا نتائج ہوں گے مگر بعض صحابہؓ نے اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ بے شک خلیفہ کی اُطاعت فرض ہے مگر جب خلیفہ یہ حکم دے کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ تو اس کے یہ معنے ہیں کہ خلافت سے وابستگی چھوڑ دو۔ پس یہ اطاعت درحقیقت بغاوت پیدا کرتی ہے۔ اور وہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کا ان کو گھروں کو واپس کرنا ان کی جانوں کی حفاظت کے لئے تھا تو پھر کیا وہ ایسے محبت کرنے والے وجود کو خطرہ میں چھوڑ کر اپنے گھروں میں جا سکتے تھے اس مؤخر الذکر گروہ میں سب اکابر صحابہؓ شامل تھے۔ چنانچہ باوجود اس حکم کے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، کے لڑکوں نے اپنے اپنے والد کے حکم کے ماتحت حضرت عثمانؓ کی ڈیوڑھی پر ہی ڈیرہ جمائے رکھا اور اپنی تلواروں کو میانوں میں نہ داخل کیا۔

حاجیوں کی واپسی پر باغیوں کی گھبراہٹ

باغیوں کی گھبراہٹ اور جوش کی کوئی حد باقی نہ رہی جب کہ حج سے فارغ ہو کر آنے والے لوگوں میں سے اِکّے دُکّے مدینہ میں داخل ہونے لگے۔ اور ان کو معلوم ہو گیا کہ اب ہماری قسمت کے فیصلہ کا وقت بہت نزدیک ہے۔ چنانچہ مغیرہ بن الاخنس سب سے پہلے شخص تھے جو حج کے بعد ثوابِ جہاد کے لئے مدینہ میں داخل ہوئے اور ان کے ساتھ ہی یہ خبر باغیوں کو ملی کہ اہل بصرہ کا لشکر جو مسلمانوں کی امداد کے لئے آرہا ہے صرار مقام پر جو مدینہ سے صرف ایک دن کے راستہ پر ہے آپہنچا ہے۔ ان خبروں سے متأثر ہو کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح ہو اپنے مدعا کو جلد پورا کیا جائے اور چونکہ وہ صحابہؓ اور ان کے ساتھی جنہوں نے باوجود حضرت عثمانؓ کے منع کرنے کے حضرت عثمانؓ کی حفاظت نہ چھوڑی تھی اور صاف کہہ دیا تھا کہ اگر ہم آپ کو باوجود ہاتھوں میں طاقتِ مقابلہ ہونے کے چھوڑ دیں تو خدا تعالیٰ کو کیا منہ

دکھائیں گے۔ بوجہ اپنی قلت تعداد اب مکان کے اندر کی طرف سے حفاظت کرتے تھے۔ اور دروازہ تک پہنچنا باغیوں کے لئے مشکل نہ تھا۔ انہوں نے دروازہ کے سامنے لکڑیوں کے انبار جمع کر کے آگ لگا دی تاکہ دروازہ جل جاوے اور اندر پہنچنے کا راستہ مل جاوے۔ صحابہؓ نے اس بات کو دیکھا تو اندر بیٹھنا مناسب نہ سمجھا۔ تلواریں پکڑ کر باہر نکلنا چاہا مگر حضرت عثمانؓ نے اس بات سے روکا اور فرمایا کہ گھر کو آگ لگانے کے بعد اور کون سی بات رہ گئی ہے۔ اب جو ہونا تھا ہو چکا۔ تم لوگ اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو اور اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ ان لوگوں کو صرف میری ذات سے عداوت ہے۔ مگر جلد یہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہوں گے۔ میں ہر ایک شخص کو جس پر میری اطاعت فرض ہے اس کے فرض سے سبکدوش کرتا ہوں اور اپنا حق معاف کرتا ہوں۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۰۰۲ مطبوعہ بیروت) مگر صحابہؓ نے اور دیگر لوگوں نے اس بات کو تسلیم نہ کیا اور تلواریں پکڑ کر باہر نکلے۔ ان کے باہر نکلتے وقت حضرت ابو ہریرہؓ بھی آگئے اور باوجود اس کے کہ وہ فوجی آدمی نہ تھے وہ بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ اور فرمایا کہ آج کے دن کی لڑائی سے بہتر اور کون سی لڑائی ہو سکتی ہے اور پھر باغیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا يٰقَوْمِ مَالِيْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَى النَّارِ (المؤمن: ۴۲) یعنی اے میری قوم! کیا بات ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم لوگ مجھ کو آگ کی طرف بلاتے ہو۔

صحابہؓ کی مفسدوں سے لڑائی

یہ لڑائی ایک خاص لڑائی تھی۔ اور مٹھی بھر صحابہؓ جو اس وقت جمع ہو سکے انہوں نے اس لشکرِ عظیم کا مقابلہ جان توڑ کر کیا۔ حضرت امام حسنؓ جو نہایت صلح جُو بلکہ صلح کے شہزادے تھے انہوں نے بھی اس دن رجز پڑھ پڑھ کر دشمن پر حملہ کیا۔ ان کا اور محمد بن طلحہ کا اس دن کا رجز خاص طور پر قابل ذکر ہے کیونکہ ان سے ان کے دلی خیالات کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے۔

حضرت امام حسنؓ یہ شعر پڑھ کر باغیوں پر حملہ کرتے تھے۔

لَا دِيْنُهُمْ دِيْنِيْ وَلَا اَنَا مِنْهُمْ حَتّٰى اَسِيْرَ اِلٰى طَمَارِ شَمَامِ

(طبری جلد ۶ صفحہ ۳۰۱۴ مطبوعہ بیروت)

یعنی ان لوگوں کا دین میرا دین نہیں اور نہ ان لوگوں سے میرا کوئی تعلق ہے اور میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا کہ شمام پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ جاؤں۔ شمام عرب کا ایک پہاڑ ہے جس کو بلندی پر پہنچنے اور مقصد کے حصول سے مشابہت دیتے ہیں۔ اور حضرت امام حسنؓ کا یہ

مطلب ہے کہ جب تک میں اپنے مدعا کو نہ پہنچ جاؤں اس وقت تک میں برابر ان سے لڑتا رہوں گا اور ان سے صلح نہ کروں گا۔ کیونکہ ہم میں کوئی معمولی اختلاف نہیں کہ بغیر ان پر فتح پانے کے ہم ان سے تعلق قائم کرلیں یہ تو وہ خیالات ہیں جو اس شہزادۂ صلح کے دل میں موجزن تھے۔ اب ہم طلحہؓ کے لڑکے محمد کا رجز لیتے ہیں وہ کہتے ہیں:

اَنَا ابْنُ مَنْ حَامٰی عَلَیْهِ بِاُحُدٍ وَرَدَّ اَحْزَاباً عَلٰی رَغْمِ مَعَدٍّ

یعنی میں اس کا بیٹا ہوں جس نے رسول کریم ﷺ کی حفاظت احد کے دن کی تھی اور جس نے باوجود اس کے کہ عربوں نے سارا زور لگایا تھا ان کو شکست دے دی تھی۔ یعنی آج بھی احد کی طرح کا ایک واقعہ ہے اور جس طرح میرے والد نے اپنے ہاتھ کو تیروں سے چھلنی کروالیا تھا۔ مگر رسول کریم ﷺ کو آنچ نہ آنے دی تھی میں بھی ایسا ہی کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی اس لڑائی میں شریک ہوئے اور بری طرح زخمی ہوئے۔ مروان بھی سخت زخمی ہؤا۔ اور موت تک پہنچ کر لوٹا۔ مغیرہ بن الاخنس مارے گئے۔ جس شخص نے ان کو مارا تھا اس نے دیکھ کر کہ آپ زخمی ہی نہیں ہوئے بلکہ مارے گئے ہیں زور سے کہا کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ سردارِ لشکر نے اسے ڈانٹا کہ اس خوشی کے موقع پر افسوس کا اظہار کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ آج رات میں نے رؤیا میں دیکھا تھا کہ ایک شخص کہتا ہے مغیرہ کے قاتل کو دوزخ کی خبر دو۔ پس یہ معلوم کر کے کہ میں ہی اس کا قاتل ہوں مجھے اس کا صدمہ ہونا لازمی تھا۔

مذکورہ بالا لوگوں کے سوا اور لوگ بھی زخمی ہوئے اور مارے گئے اور حضرت عثمانؓ کی حفاظت کرنے والی جماعت اور بھی کم ہو گئی۔ لیکن اگر باغیوں نے باوجود آسمانی انذار کے اپنی ضد نہ چھوڑی اور خدا تعالیٰ کی محبوب جماعت کا مقابلہ جاری رکھا تو دوسری طرف مخلصین نے بھی اپنے ایمان کا اعلیٰ نمونہ دکھانے میں کمی نہ کی۔ باوجود اس کے کہ اکثر محافظ مارے گئے یا زخمی ہو گئے پھر بھی ایک قلیل گروہ برابر دروازہ کی حفاظت کرتا رہا۔

چونکہ باغیوں کو بظاہر غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ انہوں نے آخری حیلہ کے طور پر پھر ایک شخص کو حضرت عثمانؓ کی طرف بھیجا کہ وہ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر خود دست بردار ہو جاویں گے تو مسلمانوں کو انہیں سزا دینے کا کوئی حق اور موقع نہ رہے گا۔ حضرت عثمانؓ کے پاس جب پیغامبر پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو جاہلیت میں بھی

بدیوں سے پرہیز کیا ہے اور اسلام میں بھی اس کے احکام کو نہیں توڑا۔ میں کیوں اور کس جرم میں اس عہدہ کو چھوڑ دوں جو خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ میں تو اس قمیض کو کبھی نہیں اتاروں گا جو خدا تعالیٰ نے مجھے پہنائی ہے۔ وہ شخص یہ جواب سن کر واپس آگیا اور اپنے ساتھیوں سے ان الفاظ میں آکر مخاطب ہؤا۔ خدا کی قسم! ہم سخت مصیبت میں پھنس گئے ہیں خدا کی قسم! مسلمانوں کی گرفت سے عثمانؓ کو قتل کرنے کے سوائے ہم بچ نہیں سکتے (کیونکہ اس صورت میں حکومت تہ و بالا ہو جائے گی اور انتظام بگڑ جاوے گا اور کوئی پوچھنے والا نہ ہو گا) اور اس کا قتل کرنا کسی طرح جائز نہیں۔

اس شخص کے یہ فقرات نہ صرف ان لوگوں کی گھبراہٹ پر دلالت کرتے ہیں بلکہ اس امر پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ اس وقت تک بھی حضرت عثمانؓ نے کوئی ایسی بات پیدا نہ ہونے دی تھی جسے یہ لوگ بطور بہانہ استعمال کر سکیں اور ان کے دل محسوس کرتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کا قتل کسی صورت میں جائز نہیں۔

عبداللہؓ بن سلام کا مفسدوں کو نصیحت کرنا

جب یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل کا منصوبہ کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن سلام جو بحالت کفر بھی اپنی قوم میں نہایت معزز تھے اور جن کو یہود اپنا سردار مانتے تھے اور عالم بے بدل جانتے تھے تشریف لائے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کو نصیحت کرنی شروع کی اور حضرت عثمانؓ کے قتل سے ان کو منع فرمایا۔ کہ اے قوم! خدا کی تلوار کو اپنے اوپر نہ کھینچو۔ خدا کی قسم اگر تم نے تلوار کھینچی تو پھر اسے میان میں کرنے کا موقع نہ ملے گا ہمیشہ مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا ہی جاری رہے گا۔ عقل کرو آج تم پر حکومت صرف کوڑے کے ساتھ کی جاتی ہے۔ (عموماً حدود شرعیہ میں کوڑے کی سزا دی جاتی ہے) اور اگر تم نے اس شخص کو قتل کر دیا تو حکومت کا کام بغیر تلوار کے نہ چلے گا (یعنی چھوٹے چھوٹے جُرموں پر لوگوں کو قتل کیا جاوے گا) یاد رکھو کہ اس وقت مدینہ کے محافظ ملائکہ ہیں۔ اگر تم اس کو قتل کر دو گے تو ملائکہ مدینہ کو چھوڑ جائیں گے۔ اس نصیحت سے ان لوگوں نے یہ فائدہ اٹھایا کہ عبداللہؓ بن سلام صحابی رسول کریم ﷺ کو دھتکار دیا۔ اور ان کے پہلے دین کا طعنہ دے کر کہا کہ اے یہودن کے بیٹے! تجھے ان کاموں سے کیا تعلق۔ افسوس کہ ان لوگوں کو یہ تو یاد رہا کہ عبداللہ بن سلامؓ یہودن کے بیٹے تھے لیکن یہ بھول گیا کہ آپ رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لائے

اور رسول کریمؐ نے آپ کے ایمان لانے پر نہایت خوشی کا اظہار کیا اور رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہر ایک مصیبت اور دکھ میں آپ شریک ہوئے۔ اور اسی طرح یہ بھی بھول گیا کہ ان کا لیڈر اور ان کو ورغلانے والا حضرت علیؓ کو رسول کریم ﷺ کا وصی قرار دے کر حضرت عثمانؓ کے مقابلہ پر کھڑا کرنے والا عبداللہ بن سبا بھی یہود ن کا بیٹا تھا بلکہ خود یہودی تھا اور صرف ظاہر میں اسلام کا اظہار کر رہا تھا۔

مفسدوں کا حضرت عثمانؓ کو قتل کرنا

حضرت عبداللہ بن سلامؓ تو ان لوگوں سے مایوس ہو کر چلے گئے اور ادھر ان لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ دروازہ کی طرف سے جا کر حضرت عثمانؓ کو قتل کرنا مشکل ہے کیونکہ اس طرف تھوڑے بہت جو لوگ بھی روکنے والے موجود ہیں وہ مرنے مارنے پر تلے ہوئے ہیں یہ فیصلہ کیا کہ کسی ہمسایہ کے گھر کی دیوار پھاند کر حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا جائے چنانچہ اس ارادے سے چند لوگ ایک ہمسایہ کی دیوار پھاند کر آپ کے کمرہ میں گھس گئے۔ جب اندر گھسے تو حضرت عثمانؓ قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔ اور جب سے کہ محاصرہ ہؤا تھا رات دن آپ کا یہی شغل تھا کہ نماز پڑھتے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور اس کے سوا اور کسی کام کی طرف توجہ نہ کرتے اور ان دنوں میں صرف آپ نے ایک کام کیا اور وہ یہ کہ ان لوگوں کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے آپ نے دو آدمیوں کو خزانہ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ کیونکہ جیسا کہ ثابت ہے اس دن رات کو رؤیا میں رسول کریم ﷺ آپ کو نظر آئے اور فرمایا کہ عثمانؓ آج شام کو روزہ ہمارے ساتھ کھولنا۔ اس رؤیا سے آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا پس آپ نے اپنی ذمہ داری کا خیال کر کے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ خزانہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر پہرہ دیں تاکہ شور و شر میں کوئی شخص خزانہ لوٹنے کی کوشش نہ کرے۔

واقعاتِ شہادت حضرت عثمانؓ

غرض جب یہ لوگ اندر پہنچے تو حضرت عثمانؓ کو قرآن کریم پڑھتے پایا ان حملہ آوروں میں محمد بن ابی بکر بھی تھے۔ اور بوجہ اپنے اقتدار کے جو ان لوگوں پر ان کو حاصل تھا اپنا فرض سمجھتے تھے کہ ہر ایک کام میں آگے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے بڑھ کر حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی اور زور سے جھٹکا دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے اس فعل پر صرف اس قدر فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! اگر تیرا باپ (حضرت ابوبکرؓ) اس وقت ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔ تجھے کیا ہؤا تُو خدا کے لئے مجھ پر

ناراض ہے۔ کیا اس کے سوا تجھے مجھ پر کوئی غصہ ہے کہ تجھ سے میں نے خدا کے حقوق ادا کروائے ہیں۔ اس پر محمد بن ابی بکر شرمندہ ہو کر واپس لوٹ گئے۔ لیکن دوسرے شخص وہیں رہے اور چونکہ اس رات بصرہ کے لشکر کی مدینہ میں داخل ہو جانے کی یقینی خبر آچکی تھی اور یہ موقع ان لوگوں کے لئے آخری موقع تھا ان لوگوں نے فیصلہ کر لیا کہ بغیر اپنا کام کئے واپس نہ لوٹیں گے اور ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور ایک لوہے کی سیخ حضرت عثمانؓ کے سر پر ماری اور پھر حضرت عثمانؓ کے سامنے جو قرآن دھرا ہؤا تھا اس کو لات مار کر پھینک دیا۔ قرآن کریم لڑھک کر حضرت عثمانؓ کے پاس آگیا اور آپ کے سر پر سے خون کے قطرات گر کر اس پر آپڑے قرآن کریم کی بے ادبی تو کسی نے کیا کرنی ہے مگر ان لوگوں کے تقویٰ اور دیانت کا پردہ اس واقع سے اچھی طرح فاش ہو گیا۔

جس آیت پر آپ کا خون گرا وہ ایک زبردست پیشگوئی تھی جو اپنے وقت میں جا کر اس شان سے پوری ہوئی کہ سخت دل سے سخت دل آدمی نے اس کے خونی حروف کی جھلک کو دیکھ کر خوف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ آیت یہ تھی فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (البقرة:۱۳۸) اللہ تعالیٰ ضرور ان سے تیرا بدلہ لے گا اور وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس کے بعد ایک اور شخص سودان نامی آگے بڑھا اور اس نے تلوار سے آپ پر حملہ کرنا چاہا۔ پہلا وار کیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو روکا اور آپ کا ہاتھ کٹ گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی قسم یہ وہ ہاتھ ہے جس نے سب سے پہلے قرآن کریم لکھا تھا۔ اس کے بعد پھر اس نے دوسرا وار کر کے آپ کو قتل کرنا چاہا تو آپ کی بیوی نائلہ وہاں آگئیں اور اپنے آپ کو بیچ میں کھڑا کر دیا مگر اس شقی نے ایک عورت پر وار کرنے سے بھی دریغ نہ کیا اور وار کر دیا جس سے آپ کی بیوی کی انگلیاں کٹ گئیں اور وہ علیحدہ ہو گئیں۔ پھر اس نے ایک وار حضرت عثمانؓ پر کیا اور آپ کو سخت زخمی کر دیا اس کے بعد اس شقی نے یہ خیال کر کے کہ ابھی جان نہیں نکلی شاید بچ جاویں اسی وقت جب کہ زخموں کے صدموں سے آپ بے ہوش ہو چکے تھے اور شدت درد سے تڑپ رہے تھے آپ کا گلا پکڑ کر گھونٹنا شروع کیا اور اس وقت تک آپ کا گلا نہیں چھوڑا جب تک آپ کی روح جسم خاکی سے پرواز کر کے رسول کریم ﷺ کی دعوت کو لبیک کہتی ہوئی عالم بالا کو پرواز نہیں کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

پہلے حضرت عثمانؓ کی بیوی اس نظارہ کی ہیبت سے متأثر ہو کر بول نہ سکیں۔ لیکن آخر انہوں نے آواز دی اور وہ لوگ جو دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے اندر کی طرف دوڑے۔ مگر اب مدد فضول تھی جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے ایک آزاد کردہ غلام نے سودان کے ہاتھ میں وہ خون آلودہ تلوار دیکھ کر جس نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا نہ رہا گیا اور اس نے آگے بڑھ کر اس شخص کا تلوار سے سر کاٹ دیا۔ اس پر اس کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے اس کو قتل کر دیا۔ اب اسلامی حکومت کا تخت خلیفہ سے خالی ہو گیا۔ اہل مدینہ نے مزید کوشش فضول سمجھی اور ہر ایک اپنے اپنے گھر جا کر بیٹھ گیا۔ ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو مار کر گھر پر دست تعدّی دراز کرنا شروع کیا۔ حضرت عثمانؓ کی بیوی نے چاہا کہ اس جگہ سے ہٹ جاویں تو اس کے لوٹتے وقت ان میں سے ایک کم بخت نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو اس کے سرین کیسے موٹے ہیں۔

بے شک ایک حیادار آدمی کے لئے خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو کیوں نہ ہو اس بات کو باور کرنا بھی مشکل ہے کہ ایسے وقت میں جب کہ رسول کریم ﷺ کے نہایت سابق (قدیم) صحابیؓ آپ کے داماد! تمام اسلامی ممالک کے بادشاہ اور پھر خلیفہ وقت کو یہ لوگ ابھی ابھی مار کر فارغ ہوئے تھے ایسے گندے خیالات کا ان لوگوں نے اظہار کیا ہو۔ لیکن ان لوگوں کی بے حیائی ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ کسی قسم کی بد اعمالی بھی ان سے بعید نہ تھی یہ لوگ کسی نیک مدعا کو لے کر کھڑے نہیں ہوئے تھے۔ نہ ان کی جماعت نیک آدمیوں کی جماعت تھی۔ ان میں سے بعض عبداللہ بن سبا یہودی کے فریب خوردہ اور اس کی عجیب و غریب مخالف اسلام تعلیموں کے دلدادہ تھے۔ کچھ حد سے بڑھی ہوئی سوشلزم بلکہ بولشوزم کے فریفتہ تھے۔ کچھ سزا یافتہ مجرم تھے جو اپنا دیرینہ بغض نکالنا چاہتے تھے کچھ لٹیرے اور ڈاکو تھے جو اس فتنہ پر اپنی ترقیات کی راہ دیکھتے تھے۔ پس ان کی بے حیائی قابل تعجب نہیں۔ بلکہ یہ لوگ اگر ایسی حرکات نہ کرتے تب تعجب کا مقام تھا۔

جب یہ لوگ لوٹ مار کر رہے تھے ایک اور آزاد کردہ غلام سے حضرت عثمانؓ کے گھر والوں کی چیخ و پکار سن کر نہ رہا گیا اور اس نے حملہ کر کے اس شخص کو قتل کر دیا جس نے پہلے غلام کو مارا تھا۔ اس پر ان لوگوں نے اسے بھی قتل کر دیا اور عورتوں کے جسم پر سے بھی زیور اتار لئے اور ہنسی ٹھٹھا کرتے ہوئے گھر سے نکل گئے۔

باغیوں کا بیت المال کو لُوٹنا

اس کے بعد ان لوگوں نے اپنے ساتھیوں میں عام منادی کرا دی کہ بیت المال کی طرف چلو اور اس میں جو کچھ ہو لوٹ لو۔ چونکہ بیت المال میں سوائے روپیہ کی دو تھیلیوں کے اور کچھ نہ تھا محافظوں نے یہ دیکھ کر کہ خلیفہ وقت شہید ہو چکا ہے اور ان لوگوں کا مقابلہ کرنا فضول ہے آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ یہ جو کچھ کرتے ہیں ان کو کرنے دو۔ اور بیت المال کی کنجیاں پھینک کر چلے گئے۔ چنانچہ انہوں نے بیت المال کو جا کر کھولا اور اس میں جو کچھ تھا لوٹ لیا۔ اور اس طرح ہمیشہ کے لئے اس امر کی صداقت پر مہر لگا دی کہ یہ لوگ ڈاکو اور لٹیرے تھے۔ اور ان کو اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ وہ لوگ جو حضرت عثمانؓ پر یہ اعتراض دھرتے تھے کہ آپ غیر مستحقین کو روپیہ دے دیتے ہیں حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد سب سے پہلا کام یہ کرتے ہیں کہ پہلے آپ کا گھر لوٹتے ہیں اور پھر بیت المال۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان کی آرزوؤں کو اس معاملہ میں بھی پورا نہ ہونے دیا۔ کیونکہ بیت المال میں اس وقت سوائے چند روپوں کے جو ان کی حرص کو پورا نہیں کر سکتے تھے اور کچھ نہ تھا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت پر صحابہؓ کا جوش

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر جب صحابہؓ کو پہنچی تو ان کو سخت صدمہ ہؤا۔ حضرت زبیرؓ نے جب یہ خبر سنی تو فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اے خدا عثمانؓ پر رحم کر اور اس کا بدلہ لے اور جب ان سے کہا گیا کہ اب وہ لوگ شرمندہ ہیں اور اپنے کئے پر پشیمان ہو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ منصوبہ بازی تھی اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَحِیْلَ بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَھُوْنَ (سبا: ۵۵) خدا تعالیٰ نے ان کی آرزوؤں کے پورا ہونے میں روکیں ڈال دی تھیں۔ یعنی جو کچھ یہ لوگ چاہتے تھے چونکہ اب پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ کل عالمِ اسلامی کو اپنے خلاف جوش میں دیکھ رہے ہیں اس لئے اظہار ندامت کرتے ہیں۔ جب حضرت طلحہؓ کو خبر ملی تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ خدا تعالیٰ عثمانؓ پر رحم فرماوے۔ اور اس کا اور اسلام کا بدلہ ان لوگوں سے لے۔ جب ان سے کہا گیا کہ اب تو وہ لوگ نادم ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان پر ہلاکت ہو اور یہ آیت کریمہ پڑھی فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّلَآ اِلٰٓی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ (یٰس: ۵۱)۔ ان کو وصیت کرنے کی بھی توفیق نہ ملے گی۔ اور وہ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس نہ لَوٹ سکیں گے۔

اسی طرح جب حضرت علیؓ کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عثمانؓ پر رحم فرماوے اور ان کے بعد ہمارے لئے کوئی بہتر جانشین مقرر فرماوے اور جب ان سے بھی کہا گیا کہ اب تو وہ لوگ شرمندہ ہیں تو آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی کَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (الحشر:۱۷)۔ یعنی ان کی مثال اس شیطان کی ہے جو لوگوں کو کہتا ہے کہ کفر کرو جب وہ کفر اختیار کر لیتے ہیں تو پھر کہتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں میں تو خدا سے ڈرتا ہوں۔ جب ان لشکروں کو جو حضرت عثمانؓ کی مدد کے لئے آرہے تھے معلوم ہؤا کہ آپ شہید ہو گئے ہیں۔ تو وہ مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر سے ہی لوٹ گئے اور مدینہ کے اندر داخل ہونا انہوں نے پسند نہ کیا کیونکہ ان کے جانے سے حضرت عثمانؓ کی تو کوئی مدد نہ ہو سکتی تھی اور خطرہ تھا کہ فساد زیادہ نہ بڑھ جاوے اور مسلمان عام طور پر بِلا امام کے لڑنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔

اب مدینہ انہیں لوگوں کے قبضہ میں رہ گیا اور ان ایام میں ان لوگوں نے جو حرکات کیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو شہید تو کر چکے تھے ان کی نعش کے دفن کرنے پر بھی ان کو اعتراض ہؤا۔ اور تین دن تک آپ کو دفن نہ کیا جا سکا آخر صحابہؓ کی ایک جماعت نے ہمت کر کے رات کے وقت آپ کو دفن کیا۔ ان لوگوں کے راستہ میں بھی انہوں نے روکیں ڈالیں لیکن بعض لوگوں نے سختی سے ان کا مقابلہ کرنے کی دھمکی دی تو دب گئے۔ حضرت عثمانؓ کے دونوں غلاموں کی لاشوں کو باہر جنگل میں نکال کر ڈال دیا اور کتوں کو کِھلا دیا۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۳۰۴۹ مطبوعہ بیروت) نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ۔

واقعات متذکرہ کا خلاصہ اور نتائج

یہ وہ صحیح واقعات ہیں جو حضرت عثمانؓ کے آخری ایام خلافت میں ہوئے ان کے معلوم کرنے کے بعد کوئی شخص یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ حضرت عثمانؓ یا صحابہؓ کا ان فسادات میں کچھ بھی دخل تھا۔ حضرت عثمانؓ نے جس محبت اور جس اخلاص اور جس بُردباری سے اپنی خلافت کے آخری چھ سال میں کام لیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ خدائے پاک کے بندوں کے سوا اور کسی جماعت میں ایسی مثال نہیں مل سکتی۔ وہ بے لوث مسند خلافت پر بیٹھے اور بے لوث ہی اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ ایسے خطرناک اوقات میں جب کہ بڑے بڑے صابروں کا خون بھی جوش میں آجاتا ہے آپ نے ایسا رویہ اختیار کیا کہ آپ کے خون کے پیاسے آپ کے قتل کے لئے کوئی

کمزور سے کمزور بہانہ بھی تلاش نہ کر سکے اور آخر اپنے ظالم ہونے اور حضرت عثمانؓ کے بری ہونے کا اقرار کرتے ہوئے انہیں آپ پر تلوار اٹھانی پڑی۔

اسی طرح ان واقعات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صحابہؓ کو حضرت عثمانؓ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ آخر دم تک وفاداری سے کام لیتے رہے اور جب کہ کسی قسم کی مدد کرنی بھی ان کے لئے ناممکن تھی تب بھی اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر آپ کی حفاظت کرتے رہے۔ یہ بھی ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان فسادات میں حضرت عثمانؓ کے انتخابِ والیان کا بھی کچھ دخل نہ تھا اور نہ والیوں کے مظالم اس کا باعث تھے کیونکہ ان کا کوئی ظلم ثابت نہیں ہوتا حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ پر خفیہ ریشہ دوانیوں کا بھی الزام بالکل غلط ہے۔ ان تینوں اصحاب نے اس وفاداری اور اس ہمدردی سے اس فتنہ کے دور کرنے میں سعی کی ہے کہ سگے بھائی بھی اس سے زیادہ تو کیا اس کے برابر بھی نہیں کر سکتے۔ انصار پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ سے ناراض تھے وہ غلط ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انصار کے سب سردار اس فتنہ کے دور کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔

فساد کا اصل باعث یہی تھا کہ دشمنان اسلام نے ظاہری تدابیر سے اسلام کو تباہ نہ ہوتے دیکھ کر خفیہ ریشہ دوانیوں کی طرف توجہ کی اور بعض اکابر صحابہؓ کی آڑ لے کر خفیہ خفیہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا چاہا۔ جن ذرائع سے انہوں نے کام لیا وہ اب لوگوں پر روشن ہو چکے ہیں۔ سزا یافتہ مجرموں کو اپنے ساتھ ملایا اور لٹیروں کو تحریص دلائی۔ جھوٹی مساوات کے خیالات پیدا کر کے انتظام حکومت کو کھوکھلا کیا۔ مذہب کے پردہ میں لوگوں کے ایمان کو کمزور کیا اور ہزاروں حیلوں اور تدبیروں سے ایک جماعت تیار کی۔ پھر جھوٹ سے، جعل سازی سے اور فریب سے کام لے کر ایسے حالات پیدا کر دیئے جن کا مقابلہ کرنا حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہؓ کے لئے مشکل ہو گیا۔ ہم نہیں جانتے کہ انجام کیا ہوتا۔ مگر ہم واقعات سے یہ جانتے ہیں کہ اگر اس وقت حضرت عمرؓ کی خلافت بھی ہوتی تب بھی یہ فتنہ ضرور کھڑا ہو جاتا اور وہی الزام جو حضرت عثمانؓ پر لگائے گئے حضرت عمرؓ پر بھی لگائے جاتے کیونکہ حضرت عثمانؓ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ نے نہیں کیا تھا۔

حضرت علیؓ کی خلافت کے واقعات چونکہ بوجہ قلت وقت چند منٹ میں بیان کئے گئے تھے اور بہت مختصر تھے اس لئے نظر ثانی کے وقت مَیں نے اس حصہ کو کاٹ دیا۔

۱۔ اس مضمون پر برائے اشاعت نظر ثانی کرتے وقت میں نے حاشیہ پر بعض ضروری تاریخی حوالجات دے دیئے ہیں اور مطالعہ کنندہ کتاب کو زیادہ مشقت سے بچانے کے لئے صرف تاریخ طبری کے حوالوں پر اکتفاء کی ہے۔ الاماشاء اللہ۔ منہ

۲۔ درحقیقت عشرہ مبشرہ ایک محاورہ ہوگیا ہے ورنہ رسول کریم ﷺ نے اس سے بہت زیادہ صحابہؓ کی نسبت جنت کی بشارت دی ہے۔ عشرہ مبشرہ سے دراصل وہ دس مہاجر مراد ہیں جو رسول کریم ﷺ کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے اور جن پر آپ کو خاص اعتماد تھا۔

۳۔ اسلامی تاریخ کے بعد کے واقعات سے یہ بات خوب اچھی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ صحابہؓ کا دخل کیسا مفید و بابرکت تھا کیونکہ کچھ عرصہ کے لئے صحابہؓ کے دخل کو ہٹا کر خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ ان کے علیحدہ ہونے سے کیسے برے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسلام کی تضحیک خود مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں اس عرصہ میں اس طرح ہوئی کہ دل ان حالات کو پڑھ کر خوف کھاتے ہیں اور جسموں میں لرزہ آتا ہے۔ (مرزا محمود احمد)

۴۔ اس سے آپ کی دو غرضیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ مدینہ میں معلّمین کی ایک جماعت موجود رہتی تھی اور دوسرے آپ کا خیال تھا کہ صحابہؓ کو چونکہ ان کے سابق بالایمان ہونے اور رسول کریم ﷺ کے زمانہ کی خدمات کی وجہ سے بیت المال سے خاص حصے ملتے ہیں اگر یہ لوگ جنگوں میں شامل ہوئے تو ان کو اور حصے ملیں گے اور دوسرے لوگوں کو ناگوار ہوگا کہ سب مال انہی کو مل جاتا ہے۔

۵۔ یعنی بحیثیت سابق ہونے کے بھی حصہ لیں اور اب بھی جہاد کر کے حصہ لیں تو دوسرے لوگ محروم رہ جائیں گے۔

۶۔ لَا تَأْكُلُوْا اَبَدًا جِيْرَانَكُمْ سَرَفًا اَهْلُ الدَّعَارَةِ فِیْ مُلْكِ ابْنِ عَفَّانَ

اِنَّ ابْنَ عَفَّانَ الَّذِیْ جَرَّبْتُمْ فَطِمُ اللُّصُوْصِ بِحُكْمِ الْفُرْقَانِ

مَازَالَ يَعْمَلُ بِالْكِتٰبِ مُهَيْمِنًا فِیْ كُلِّ عُنْقٍ مِنْهُمْ وَ بَنَانِ

۷۔ جیسا کہ آگے ثابت کیا جاوے گا۔ یہ اس کا جھوٹ تھا کہ مدینہ کے لوگ اس فتنہ سے محفوظ تھے۔ بوقت نظر ثانی۔

۸۔ یہ پیشگوئی فتح مکہ کی ہے جسے بگاڑ کر اس شخص نے رجعت کا عقیدہ بنالیا۔ چونکہ مکہ کی طرف لوگ بہ نیت حج اور حصول ثواب بار بار جاتے ہیں اس لئے اس کا نام بھی معاد ہے یعنی وہ جگہ جس کی طرف لوگ بار بار لوٹتے ہیں۔

۹۔ جہاں جلاوطن کر کے یہ لوگ بھیجے گئے تھے وہاں کے لوگوں کو خراب کرنے کا ان کو موقع نہ تھا کیونکہ وہاں خاص نگرانی اور نظربندی کی حالت میں ان کو رکھا جاتا تھا۔

۱۰۔ حضرت معاویہؓ کے کلام اور ان لوگوں کے جواب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ یا ان کے مقرر کردہ حکام سے ان لوگوں کو مخالفت نہ تھی بلکہ قریش سے ہی یا دوسرے لفظوں میں ایمان میں سابق لوگوں سے ہی ان کو حسد تھا۔ اگر حضرت عثمانؓ کی جگہ کوئی اور صحابیؓ خلیفہ ہوتا۔ اور ان کے مقرر کردہ والیوں کی جگہ کوئی اور والی ہوتے تو ان سے بھی یہ لوگ اسی طرح حسد کرتے کیونکہ ان کا مدعا صرف حصول جاہ تھا۔

۱۱۔ طبری کی روایت کے مطابق شام میں حضرت عثمانؓ کی مدد کے لئے لوگوں میں جوش دلانے والے صحابہؓ میں حضرت ابو درداءؓ انصاری بھی شامل تھے۔ مگر دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے پہلے فوت ہو چکے تھے جیسا کہ استیعاب اور اصابہ سے ثابت ہے اور یہی بات درست ہے مگر جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے یہ بھی اپنے ایام زندگی میں اس فتنہ کے مٹانے میں کوشاں رہے ہیں۔